

جلد حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں



# بِمَارِ الْأَخْوَارِ

مُلا مُحَمَّد سَدِّيقِ مَجْلِسِ رَحْمَتِہ

ترجمہ

مُولانا سید حسن امداد منڈال

در حالات

حضرت ابوالحسن ثالث

امام علی بن محمد النقی علیہ السلام

## حصہ دوم امام دہم

حضرت ابوالحسن ثالث امام علی نقی ابن امام محمد تقی علیہما السلام

### باب اول

القاب، کنیت، ولادت و شہادت

جائے سکونت  
اسم گرامی  
والدہ محترمہ  
تاریخ ولادت  
نقشہ خاتم  
تاریخ وفات جائے دفن، خلفاء وقت

باب دوم  
امامت کیلئے اقوال و نصوص امام

قوم کا اجتماع  
حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی نص  
ابوالحسن مجتہد سے مشابہت ہے

باب سوم  
اخبار و معجزات

ملکیت امام  
ایک مجسمہ  
سنگریوں کا سونے میں تبدیل ہونا  
ہوانے امام کا احترام کس طرح کیا  
اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

ایک مبروص کی صحت  
ایک ہندی شعبہ باز کی ہلاکت  
ایک اور مجسمہ  
ترکی سردار کے بچپن کا نام  
اخبار العلوم  
ایک ظالم حاکم سے نجات  
منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام  
تم اللہ کی کون کونسی نعمتوں کا شکر لو کرو گے  
سڑمن رنے اڑنے کی پیش گوئی  
حق بمقدار رسید  
علم الاخبار  
ایک اور اعجاز  
علم مافی الضمیر  
علم مافی الارحام  
علم منایا  
زیر مصیبت جواب مسئلہ  
دعا قبول حاجات  
استجاب دعا  
سخاوت  
احیائے موتی  
سال کے چار دن جن میں روزے رکھے جائیں  
مرد مومن کے قرض کی ادا تیسگی  
تارک التعمیر تارک العقولہ کے برابر ہے

محمد میرے جد ہیں یا آپ کے؟  
فارسی زبان کا علم  
سقلانی زبان میں گفتگو  
عطائے محمد عطائے علی  
امام اور اسب کا مکالمہ  
پرندوں کی نظر میں امام کا احترام  
امام کی فوج کی شان  
متوکل نے امام کی زیارت پر پابندی لگا دی  
رعب امام  
میں امامت کا کیوں قائل ہوا؟  
زمین کے ہر خطے میں قبریں ہیں  
طی الارض  
زینب بنت فاطمہ ہونے کی دعویٰ  
مال کثیر کا مفہوم  
یحییٰ بن اکثم کے مسائل اور ان کے جوابات  
سزائے خون سے اسلام لانے کی سزا  
معرفت پر ایک تفصیلی گفتگو  
یزداد طبیب  
باب چہارم  
خلفائے وقت  
متوکل کا ارادہ قتل  
ارادہ گرفتاری  
اسیری اور پھر ارادہ قتل  
مدینہ سے روانگی  
بنی ہاشم کا پاپیادہ جلوس  
متوکل کے قتل کی پیش گوئی  
متوکل کے لیے بددعا

۲۰۲ شکر کا قتل  
۲۰۲ صد رحمی  
۲۰۳ محمد بن حنفیہ کی اولاد کی جزات و دلیری  
۲۰۵ یوم بعض الظالمہ  
۲۰۵ گریبان چاک کرنے کا جواز  
باب پنجم  
اولاد امام اور حالات جعفر کذاب  
۲۰۸ اولاد امام علی نقی علیہ السلام  
۲۰۸ جعفر کا کردار برادران یوسف جیسا  
۲۰۹ جعفر کا امام کی تقشیر پر مقرر ہونا  
۲۰۹ جعفر کذاب کے متعلق توفیح امام عمر  
۲۱۳ یرنگ خاندان ہے  
۲۱۳ جعفر کذاب کا حضرت جعفر طیار کے  
خاندان کی لڑکی کا فروخت کرنا  
باب ششم  
احوال اصحاب امام علیہ السلام  
۲۱۶ سہل بن یعقوب ابوالواس  
۲۱۶ اختیارات امام  
۲۱۶ دربان و وکیل  
۲۱۶ ابوالغوث شاعر آل محمد  
۲۱۸ یفا غلام ترک کے بارے میں رسول کی دعا  
۲۲۰ اصحاب امام  
۲۲۱ فارس ایک قابل خدمت شخص تھا  
۲۲۲ ابوالہاشم جعفری  
۲۲۲ ابوعلی کو حسین بن عبد ربہ کا قائم مقام بنانا  
۲۲۳ ابوعلی بن راشد کے متعلق امام کا خط  
۲۲۴ ایسح بن حمزہ قوی کو دعا کی تعلیم  
۲۲۵ میرے لیے حاضر حسینی میں دعا کی جلتے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

حصہ ۹ نمبر

# بَحَارُ الْاِخْوَارِ

مُلا مُحَمَّد بَاقِر مَجَاسِي رَحْمَةُ

تَرْجَمَهُ

مَوْلانا سَيِّد حَسَن اِمْداد مَدَنِي

دَر حَالَات

حَضْرَتُ اِمَامٍ مُجْتَمِدٍ تَقِي عَلَيْهِ السَّلَامُ

حَضْرَتُ اِمَامٍ عَلِيِّ شَقِي عَلَيْهِ السَّلَامُ

حَضْرَتُ اِمَامٍ حَسَنِ عَسْكَرِي عَلَيْهِ السَّلَامُ

مَحْفُوظ بَنكِ اَبِي سَيِّدِي اِمَامِ بَارِگَاهِ مَارْتِن رُوڈ كراچي ۵

فون: ۲۲۲۲۸۶

ٹیکس: ۲۹۱۴۸۲۳ : ۳۹۱۴۸۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## عرض مترجم

”بحار اللوار“ طبع جدید طہران جلد نمبر ۵ مشتمل برحالات

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام، حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے

اس میں بحار اللوار کی مضمون دار روایات کو پوری طرح ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ اگر کوئی اہل کو سب سے

رکھ کر دیکھنا چاہے تو کوئی دقت پیش نہ آئے۔ پھر ہر روایت پر ضمنی سرخیاں بھی قائم کر دی گئی ہیں

تاکہ ناظرین کے لیے نفس مضمون کی تلاش آسان ہو جائے۔

ترجمہ کیسا ہے، اس کا فیصلہ خود ناظرین کریں گے، اپنی طرف سے صرف یہ عرض ہے کہ

ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک شیشی کا عطر دوسری شیشی میں ڈیلینے

کی کتنی ہی کوشش کی جائے پھر بھی پہلی شیشی میں کچھ نہ کچھ لگا ہوا رہ جائے اور اٹھ لینے والا معذور ہے

والسلام

”متجسم“

سید حسن اماد (ممتاز لافاضل)

اس کتاب ”بحار الانوار“ جلد ہفتم کے ترجمے کے  
محقق و ناشر محفوظ گنجی ہیں۔

نیز اس ترجمے کا کوئی جز یا کل کتاب کا بلا اجازت  
شائع کرنا خلاف قانون متصوّر ہو گا۔

مصنف \_\_\_\_\_ مولانا باقر مجلسی علیہ الرحمہ

مترجم \_\_\_\_\_ سید حسن اماد صاحب (ممتاز لافاضل)

طابع \_\_\_\_\_ سندھ آفسٹ پریس۔ کراچی

کتابت \_\_\_\_\_ جعفر زبیر

ناشر \_\_\_\_\_ محفوظ گنجی کنیسٹی۔ مارٹن روڈ کراچی

# محارر الانوار جلد نہم

## حصہ اول در حالات حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

صفحہ نمبر	باب اول	صفحہ نمبر
	ولادت، وفات، اسماء، القاب	
	ولادت و وفات	
	سن ولادت و وفات کی تحقیق	
	نقش خاتم، القاب، کنیت	
	وقت ولادت کلمت شہادتین	
	اخبار العلوم	
	وجہ انتقال	
	شبیبہ موسیٰ و عیسیٰ	
	کم ہستی میں خطبہ اول	
	باب دوم	
	آپ کی امامت کے متعلق نصوص	
	نصوص امام رضا علیہ السلام	
	مولود مسعود	
	نبوت اور امامت کیلئے عمر کی قید نہیں	
	نص امام موسیٰ بن امام جعفر صادق	
	ایک وقت میں دو امام	
	تفویض امامت	
	ثقل زبان	
	علی بن جعفر بن محمد کی عقیدت	
۱۵	علم قیافہ سے ثبوت امامت	۲۰
۱۷	عصا کی گواہی	۲۲
۱۹	ازالہ شکوک	۲۲
۱۹	افترا پردازی کی سزا	۲۳
۲۱	ناکردہ گناہ کی سزا	۲۳
۲۲	مدتے کا صلہ	۲۴
۲۳	علم الافکار	۲۴
۲۴	شارع العلوم	۲۵
۲۴	امام کی رسوائی کے لیے	۲۸
۲۹	بدر دار باپ کی خدمت	۲۹
۲۹	مبغزۃ طی الارض	۲۹
۵۰	بصارت پلٹ آئی	۵۰
۵۱	گھٹنوں کا درد دور ہو گیا	۵۱
۵۱	سیما	۵۱
۵۱	ایک اعجاز	۵۱
۵۲	علیم مافی الضمیر	۵۲
۵۵	سیمائی	۵۵
۵۷	یہ فطرس والے ہیں	۵۷
۵۸	الکوئیے فرزند	۵۸

۶۰	کنیز کی خسر پداری	۶۰	برادر ایمانی سے سلوک
۶۱	لہو و لعاب سے نفرت	۶۱	روافض کی پختہ اعتقادی
۶۲	علم منایا	۶۲	اسناد حرز جواد
۶۳	حسن و رباب سے نفرت	۶۳	علماء و فقہاءِ عمر اور پچھلے علم کی آزمائش
۶۴	شکر الحمد للہ	۶۴	دریائے وجہ کے پانی کا علم
۶۵	اخبار العلوم	۶۵	کھجور کا شربت
۶۶	سامان کس سے خریدا جائے	۶۶	فضا میں دریا اور دریا میں مچھلیاں
۶۶	علم الاخبار	۶۶	زلزلوں سے نجات کا عمل
۶۷	غسلِ امام بدستِ امام	۶۷	آئمہ طاہرین کی طرف سے طواف کعبہ بجالانا
۷۱	تدفینِ امام کے لیے	۷۱	گھر سے نکلے تو بڑے دروازے سے
۷۲	قتلِ امام پر مامون کی مذمت	۷۲	ہدیہ کسی کا بھی واپس نہیں کرنا چاہیے
	باب چہارم		منبر رسول سے تعارف
	ام الفضل بنت مامون سے عقد اور		آپ کے اصحاب
	احتجاج و مناظرے		زکریا بن آدم
۷۶	مامون اور خطبہ نکاح	۷۶	محمد بن عبد العزیز
۷۶	ام الفضل کا مہر	۷۶	علی بن مہزیار
۷۷	اختلاف و احتجاج	۷۷	صالح بن محمد بن سہیل
۸۱	فقہی مسائل کا جواب	۸۱	خیران بن قراطیسی
۸۳	بارکت دن	۸۳	ابراہیم بن محمد ہمدانی
۸۴	ام الفضل کا شکایتی خط	۸۴	
۸۴	یحییٰ بن اکثم سے مناظرے	۸۴	
۸۷	رعب امامت	۸۷	
	باب پنجم		
	فضائل و کمالات الاخلاق		
۹۰	کم ہستی میں ہزار مسائل کا جواب	۹۰	
۹۳	چند سوالات	۹۳	
۹۵	اعجازِ امام	۹۵	

# حصہ سوم امام یازم

## حضرت ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام

### باب اول

#### سکونت، ولادت، القاب اور نقل خاتم

جاتے سکونت ۲۳۰  
تاریخ ہائے ولادت اور شہادت امام ۲۳۰  
القاب و کنیت ۲۳۲  
نقش خاتم ۲۳۲

### باب دوم

#### نصوص در امامت

امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ۲۳۶  
امام علی التقی علیہ السلام کی نص ۲۳۶  
نصوص اواخرہ ۲۳۷

### باب سوم

#### مکارم الاخلاق و دیگر امور

سر اقدس کا نور ۲۳۴  
اطلاعات آید امام مہدی علیہ السلام ۲۳۴  
ظہور امام عصر علیہ السلام اور انہدام منائر ۲۳۵  
اسحاق کنذی کی تناقض قرآن ۲۳۵  
دشمن سے درس کا طریقہ ۲۳۷  
شاعر متوکل سے سلوک ۲۳۷  
علم امامت اعمالی مشدگان ۲۳۷  
زعب امامت ۲۳۹

۲۵۲ قید خانے میں ؟  
۲۵۳ زمین کے خزانوں کی کنجیاں  
۲۵۳ تمام ائمہ برابر ہیں  
۲۵۳ حجت اللہ اور دوسروں میں فرق  
۲۵۳ ایک زائر کے ساتھ سلوک  
۲۵۵ حضرت علی کا لون بکالی سے خطاب  
۲۵۶ امام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں  
۲۵۶ خواب اور بیداری میں کوئی فرق نہیں  
۲۵۷ بدکاروں سے متبع کی ممانعت  
۲۵۸ فرس پر امتیاز کے قدیوں کے نشان  
۲۶۰ صاعد نصرانی کا ایمان لانا

### باب چہارم

#### معجزات و کرامات

۲۶۴ سنگریزے پر آئینہ ظاہرین کی مہر میں  
۲۶۵ معجز نامہ سمرہ سلمانی  
۲۶۶ فصد میں خون کے بدلے دودھ نکلا  
۲۷۰ طے الارض  
۲۷۱ کنویں کے پانی کا بلند ہونا  
۲۷۲ عسکریتین کے روضہ کی کرامت  
۲۷۲ درندے بھی معرفت امام رکھتے ہیں  
۲۷۲ زمین نے حسب فرودت سزا چاہی اگل دیا  
۲۷۳ قہر کا خدو خود بخود جلنے لگا

۲۷۵ قید خانہ بھی آپ کو باہزندہ کر سکا  
۲۷۵ کرشن گھوڑا آپ کا منقطع ہو گیا۔

### باب پنجم

#### اخبار القوم بحسب العلوم

۲۷۸ نبی کی بڑی اور راہب  
۲۷۹ جاسوس کی نشاندہی  
۲۸۱ معتمد کی قید سے رہائی کا علم  
۲۸۲ دشمن تو ہماری نسل قطع کرنا چاہتا ہے  
۲۸۲ بڈیوں کا خطرہ  
۲۸۳ علم اصلاب و ارحام  
۲۸۳ علم ارحام  
۲۸۳ بغیر روشنائی کی تحریر کی شناخت  
۲۸۴ حج کو جاؤ، پیاس کا کوئی خطرہ نہیں  
۲۸۴ مستقبل کا علم  
۲۸۵ گھوڑے کی فروخت کا حکم  
۲۸۶ علم بلایا  
۲۸۷ کس نے کونسا مال چڑھایا  
۲۸۸ تیری جائیداد واپس مل جائے گی  
۲۸۸ بغیر طلب خاتم بخشی  
۲۸۹ قرآن کا مخلوق خدا ہونا  
۲۸۹ ٹوپی، وسیلہ امامت  
۲۹۰ دعا، وسیلہ امامت  
۲۹۰ علم مافی الضمیر  
۲۹۳ علم الانساب  
۲۹۵ علم مستقبل  
۲۹۵ معتز کی معزولی  
۲۹۶ مستعین، گدائی، عذاب

۲۹۶ مہدی کی مدت عمر کا خاتمہ  
۲۹۶ مہدی کے قتل کی پیش گوئی  
۲۹۷ تین دن کے بعد خوشخبری کی اطلاع  
۲۹۸ گمشدہ غلام کی نشاندہی  
۲۹۸ علم منایا  
۲۹۹ اللہ فضل پر دم کرے  
۳۰۳ مستقبل کا علم  
۳۰۳ مشکوٰۃ سے مراد  
۳۰۴ کنیز کی موت کا علم  
۳۰۴ عروہ بن یحییٰ کے لیے بددعا  
۳۰۵ زبیری کے لیے بددعا  
۳۰۵ ابن ہلال سے برأت کا اعلان  
۳۰۸ اپنے کام سے کام رکھو  
۳۰۹ واقفوں سے ترک مولات کرو  
۳۰۹ انگلی کے اشارے سے ہدایت  
۳۱۰ ایک دوستدار کو دعاء کی تسلیم  
۳۱۰ حزب اللہ کا شمار  
۳۱۱ فقہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں  
۳۱۱ شرک خفی  
۳۱۲ حکیم تقیت  
۳۱۲ جائز نفع  
۳۱۲ تعویذ برائے نوبتی نجات  
۳۱۳ تم لوگ بہت کرو دشمن کیلئے کافی ہو  
۳۱۳ لوگوں کے تین طبقے  
۳۱۵ من کنت مولاً کا مطلب

① - جاتے سکونت

صاحب معانی الاخبار بیان کرتے ہیں کہ اپنے مشائخ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ سرمن رنے کا وہ محدث جس میں حضرت امام علی النقی نے اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سکونت پذیر تھے اس کا نام مسکرتا، اس لیے دونوں ہر ایک کلاسی (عسکر کے بہنے والے) کہتے ہیں۔ (معانی الاخبار ص 75)

② - اسیم گرامی

حضرت امام ابوالحسن ثالث علی بن محمد النقی علیہ السلام حضرت امام محمد بن علی النقی الجواد علیہ السلام (امم ہم) کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی روایت سے زیادہ پاک و طیب، لہجہ سب سے زیادہ نرم و خوشگوار، قریب سے دیکھو نہایت حسین و جمیل، دور سے دیکھو تو سب سے زیادہ کامل۔ خاموش رہیں تو چہرے پر رُعبِ جلال اور غرور و وقار نمایاں، گفتگو فرمائیں تو گل افشانی کے ساتھ فصاحت و بلاغت میں اپنے جگہ جگہ آپ خاندان نبوت کے ایک فرزند و خلافت و وصایت کے لیے جلتے قرار۔ شجرہ طیبہ محمدیہ کے ایک پسندیدہ شاخ اور بابر اور درخت کے ایک چیدہ اور پسندیدہ ثمر تھے۔

③ - والدہ محترمہ

آپ کی والدہ گرامی قدراُم ولدتیں جن کا نام نامی سمانہ مغربہ تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ سیدہ ام الفضل کے نام سے مشہور تھیں۔

④ - تاریخ ولادت

آپ ۱۵ رزی الحجرتہ ۲۱۲ھ میں مدینہ سے متصل ایک مقام مر یا میں تولد ہوئے۔ مگر ابن عیاش کے قول کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۲۱۲ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوالحسن ثالث امام علی النقی علیہ السلام کی ولادت مدینہ کے قریب مقام مر یا ۱۵ رزی الحجرتہ ۲۱۲ھ کو ہوئی۔ اور وفات مقام سرمن رنے میں ماہ رجب ۲۴۰ھ میں ہوئی وقت وفات آپ کا سن اکتالیس سال کا تھا۔

متوکل نے یحییٰ بن سہرتم بن امین کو بھی کراپ کو مدینہ سے سرمن رنے بلایا۔ پھر آپ اپنی وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی ذرّت امامت تینتیس سال ہے۔ آپ کی والدہ ام ولدتیں جن کو سمانہ کہہ کر پکارا جاتا۔ (ارشاد ص 22)

کتاب اعلام النوری میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام مقام مر یا میں جو مدینہ سے نین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جسے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے آباد کیا تھا، وہاں ۱۵ رزی الحجرتہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔

ابن عیاش کی روایت کے مطابق ۵ رجب روزِ شنبہ منہ ذکور میں تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ ام ولدتیں جن کا نام سمانہ تھا۔

آپ کے القاب نقی، قائم، فقیہ، امین اور طیب تھے آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ (اعلام النوری ص 22)

شیخ کفعمی نے اپنی کتب مصباح میں تحریر کیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوالحسن علی ابن محمد ابن علی عسکری علیہ السلام ۲۰ رزی الحجرتہ کو تولد ہوئے۔

ابن عیاش کا قول ہے کہ میرے گھر والوں کو شیخ کبیر ابوالقاسم کے ہاتھ کی گھسی ہوئی یہ دعا ملی: پروردگار! میں تجھ سے ان دو مولودین کے واسطے سے دعا کرتا ہوں جو ماہ رجب میں تولد ہوں گے ایک محمد بن علی (امام محمد نقی) اور دوسرے ان کے فرزند علی بن محمد (امام علی نقی)۔

ابن عیاش کا قول یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث (امام علی نقی علیہ السلام) ۲ رجب کو تولد ہوئے۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ۵ رجب کو تولد ہوئے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ ابراہیم بن اسماعیل کی روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن عسکری (امام علی نقی علیہ السلام) ۱۳ رجب روزِ شنبہ ۲۱۲ھ کو تولد ہوئے۔

کافی میں ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام ماہ ذی الحجرتہ ۲۱۲ھ میں تولد ہوئے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ماہ رجب ۲۱۲ھ میں تولد ہوئے آپ کی والدہ ام ولدتیں جن کا اسم گرامی سمانہ تھا۔ (کافی جلد ۱ ص ۲۹)

مگر میں طہراہی کی کتاب کشف الغتہ میں تحریر کرتے ہیں: آپ کی ولادت ماہ رجب ۲۱۲ھ میں ہوئی، آپ کی والدہ ام ولدتیں جن کا نام سمانہ مغربہ تھا۔ مگر لوگ اس کے علاوہ دوسرا جگہ بھی

تھیں۔

آپ کا اسم گرامی علی ہے۔ آپ کے القاب ناصح، متوکل، مفتاح  
 مرتقی ہیں۔ مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور متوکل ہے، مگر اس لقب کو آپ چھپاتے اور  
 اپنے اصحاب سے فرماتے کہ اس لقب سے یاد نہ کیا کریں، کیونکہ یہی خلیفہ وقت کا بھی لقب  
 آپ کی وفات ۲۵ جمادی الاخریٰ ۲۵۲ھ کو معتز کے دور خلافت میں  
 ۱۳۱ھ طرح آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ اپنے والد کے ساتھ آپ نے چھ سال پانچ ماہ  
 اور والد کی وفات کے بعد تیس سال کچھ رہے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال عمر  
 آپ کی قبر مبارک شرمین رائے میں ہے۔ (کشف الغم جلد ۳ ص ۲۳۲)

• حافظ عبدالعزیز کا بیان ہے کہ آپ کا سن ولایت ۱۱۲ھ اور سن  
 ۱۱۲ھ ہے۔ اس لحاظ سے آپ نے چالیس سال کی عمر پائی۔ آپ کی قبر مبارک شرمین  
 میں ہے۔ منتصر کے عہد میں آپ وہاں دفن ہوئے۔

• آپ کا لقب ہادی اور آپ کی والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے۔  
 یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ۱۵ رزی الحج ۱۱۲ھ کو مدینہ میں تولد ہوئے اور ماہ  
 میر شرمین رائے کے اندر وفات پائی۔ وقت وفات آپ کی عمر اکتالیس سال چند ماہ  
 آپ کی قبر شرمین رائے میں خود اپنے ہی گھر کے اندر ہے۔

• ابن خثاب کا قول ہے کہ حضرت ابوالحسن مسکری علی بن محمد (امام علی نقی)  
 ماہِ رجب ۲۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ صرف چھ ماہ  
 پانچ ماہ رہے اور ۲۵ جمادی الاخریٰ روزِ دو شنبہ ۱۱۲ھ میں وفات فرمائی یعنی اپنے  
 کے بعد تیس سال اور کچھ دن کم سات ماہ زندہ رہے۔ آپ کی قبر شرمین رائے میں ہے۔  
 کو والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے۔ مگر انہیں منفرشتہ مغربیہ بھی کہا جاتا تھا۔

• آپ کے القاب نقی، ناصح، مرتضیٰ اور متوکل ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔  
 (کشف الغم جلد ۳ ص ۱۲۲)

• ابراہیم بن ہاشم قمی سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام  
 کا وفات دو شنبہ ۲۵ رجب ۲۵۲ھ میں ہوئی۔

• ابن عیاش کا بیان ہے کہ سیدنا ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کی وفات  
 ۳ رجب ۲۵۲ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ (مصباح کفھی)

• حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی وفات ماہِ رجب ۲۵۲ھ میں ہوئی اور  
 شرمین رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ آپ اپنے والد میں اپنے فرزند ابوالحسن مسکری

در آپ کے بعد امام ہوئے، حسین، محمد، اور جعفر کو چھوڑا۔ ایک دختر عائشہ تھیں، اور آپ کا  
 قیام شرمین رائے میں وفات تک دس سال چند ماہ رہا۔ (ارشاد ص ۲۱۳-۲۱۴)

⑤ = نقشِ خاتم

روضۃ الواعظین میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام  
 کا یوم ولادت ۱۵ رزی الحج روزِ شنبہ ۱۱۲ھ ہے۔  
 فصول المہمہ میں تحریر ہے کہ آپ کا رنگ گندی تھا اور آپ کا نقشِ خاتم :  
 " اللہ سہابی وهو عصمتی من خلقہ " تھا۔  
 • مصباح کفھی میں ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی تاریخ ولادت ۱۵ رجب  
 ۱۱۲ھ، بعض کہتے ہیں کہ ۵ رجب ۱۱۲ھ ہے۔ آپ کی ولادت عہدِ یامون میں ہوئی۔  
 آپ کی والدہ کا اسم گرامی سمانہ ہے۔ آپ کا نقشِ خاتم :  
 " حفظاً لعہود من اخلاق المعبود " تھا۔  
 آپ کی پانچ اولادیں تھیں۔ آپ کی تاریخ وفات ۳ رجب روزِ دو شنبہ ۲۵۲ھ  
 ہے۔ آپ کو معتز نے زہر دیا۔ آپ کے دربان کا نام عثمان بن سعید ہے۔

⑥ = تاریخ وفات جائے دفن اور خلفائے وقت

حضرت امام علی نقی  
 نے شرمین رائے میں ماہِ رجب ۲۵۲ھ میں وفات پائی، اس وقت آپ کا سن اکتالیس سال  
 چند ماہ کا تھا۔ متوکل نے آپ کو کبھی بن ہر شہ کے ہمراہ مدینہ سے شرمین رائے بلایا، پھر آپ اپنی  
 وفات تک وہیں مقیم رہے۔ آپ کی مدتِ امامت ۳۳ سال تھی۔ آپ کے دورِ امامت میں  
 معتصم کا بقیعہ عہدِ خلافت رہا، پھر اس کے بیٹے منتصر نے چند ماہ خلافت کی، پھر مستعین یعنی  
 احمد بن محمد بن معتصم نے دو سال نو ماہ خلافت سنبھالی، پھر معتز یعنی زبیر بن متوکل کی آٹھ سال  
 چھ ماہ کی خلافت کا زمانہ تھا اور اسی کے آخری عہد میں اللہ کے ولی حضرت علی بن محمد علیہ السلام نے  
 شہادت پائی اور شرمین رائے کے اندر اپنے گھر میں دفن ہوئے، اور شرمین رائے میں آپ کا قیام  
 وقت وفات تک میں سال چند ماہ رہا۔ (اعلام الوری ص ۲۳۶)

مروج الذهب مسعودی میں مرقوم ہے کہ حضرت ابوالحسن علی بن محمد علیہ السلام کے  
 وفات معتز اللہ کے عہدِ خلافت میں دو شنبہ ۲۷ جمادی الاخریٰ ۲۵۲ھ کو ہوئی، وہ اس وقت ابوعمر



چالیس سال تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اس وقت بیالیس سال کے تھے۔ بعض لوگ اس سے کم عمر بھی بتاتے ہیں۔ میں نے ایک عیسیٰ کنیز کو آپ کے جنازہ پر یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ ”مائے دو شنبہ کے دن ہم لوگوں پر یہ کیسی مصیبت نازل ہوئی۔ احمد بن متوکل نے شاعری میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ وہیں سامرہ میں اپنے گھر کے اندر دفن ہوئے۔“

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ۲۶ جمادی الاخریٰ ۲۵۱ھ کو وفات پائی اور وقت آپ کا سن اکتالیس سال چھ ماہ ۱ اور پندرہ روز ہے۔ دیگر چالیس سال تھا۔ متوکل نے یحییٰ بن ہریرہ کے ذریعے سے آپ کو مدینہ سے نکالا اور مدینہ منورہ میں بلایا اور وہیں آپ نے انتقال فرمایا اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (الکافی جلد ۱ صفحہ ۲۹۱)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے مدینہ میں ۳ رجب بوقت دوپہر ۲۵۱ھ کو وفات پائی اس وقت آپ کا سن اکتالیس سال سات ماہ کا تھا۔ آپ کی مدت امامت ۲۳ سال ہے اور مدینہ منورہ میں قیام کی مدت وقت وفات تک بیس سال چھ ماہ ہے۔ (روضۃ الواعظین)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ لڑکی کا نام سمانہ تھا۔ آپ مدینہ منورہ میں ۱۵ ذی الحجہ ۲۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں دو شنبہ ۳ رجب ۲۵۱ھ کو رحلت فرمائی اور اپنے گھر میں دفن ہوئے۔ (کتاب البدع)

• حضرت امام علی نقی علیہ السلام معتمد کے آخری دو خطاقت میں زہر سے شہید ہو گئے۔ ابن بابویہ کا قول ہے کہ آپ کو معتمد نے زہر دیا۔ (مناقب جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

• آپ کے وفات پر مشہور کتاب المقضب میں ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن ثالث کی وفات پر اسماعیل بن صباح صیبری نے آپ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو اس طرح تعزیت پیش کی:

زمین خوف کے مارے زلزلے میں آگئی اور اس نے اپنے اندر کی تمام چیزیں اُگل دیں۔  
اپنے آسمان کے دس ستارے غروب ہو گئے ہیں اب گیا دیوان ستارہ  
طلوع ہوا ہے جس کا نام ابو محمد حسن ہادی ہے۔  
ان کے بعد امید ہے کہ ایک ایسا ستارہ طلوع ہوگا جو بہت بلند پر ہوگا  
وہ دو طویل غیبت اختیار کرے گا۔  
اللہ کو یہ منظور نہ ہوگا کہ اس پر کوئی تجاوز کرے۔

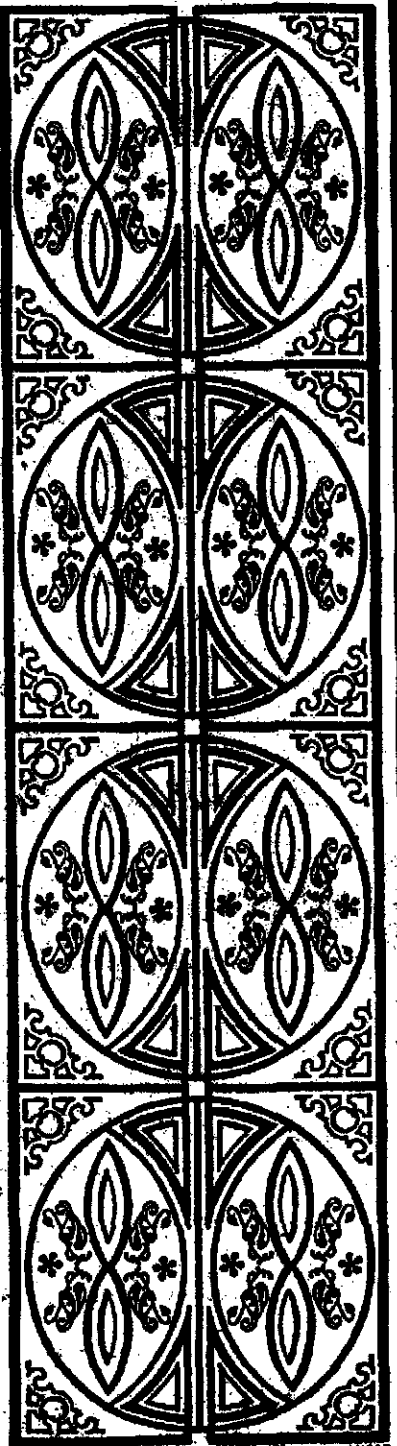
# بخارا الاخبار



## باب



امامت کے لیے اقوال  
و  
نصوص امام علیہ السلام



### ① = آپ کی امامت پر قوم کا اجماع

ابن قلوبیہ نے ٹھنی سے اور  
 نے اپنے اسناد کے ساتھ خیرانی سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے  
 باپ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام (امام محمد تقی علیہ السلام) کا دیوڑھی  
 ملازم تھا اور خدمات انجام دیتا تھا اور احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعری روزانہ بہرات کے  
 بعد صبح کے وقت آیا کرتے تھے تاکہ معلوم کریں کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام کے مرض کا کیا حال ہے  
 فرستادہ امام محمد تقی علیہ السلام جو خیرانی اور امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام کے  
 درمیان رابطہ کا کام کرتا، جب کسی آقا یا احمد بن محمد آٹھ کرچے جاتے تاکہ اسے تخلیہ کا موقع ملے  
 خیرانی کا بیان ہے کہ ایک شب وہ فرستادہ آیا، احمد بن محمد وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور  
 فرستادہ کو تخلیہ کا موقع دیا لیکن احمد بن محمد گھوم پھر کر واپس آکر ایک ایسے مقام پر کھڑے ہوئے  
 جہاں سے ان دونوں کی گفتگو سن سکیں۔

فرستادہ نے کہا، تمہارے آقائے تم کو سلام کہتا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اپنی  
 رخصت ہو کر اپنے مالک کی بارگاہ میں جا رہا ہوں لہذا تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ عہدہ امامت  
 میرے بعد میرے فرزند علی (التقی) کے لیے ہے۔ ان کے لیے تم لوگوں پر وہی فرض ہے جو میرے  
 والدین پر گذار کے بعد میرے لیے تم سب پر عائد ہوا تھا۔

یہ پیغام دے کر فرستادہ کوچلا گیا اور احمد بن محمد واپس آئے اور کہنے لگے  
 لے خیرانی! اس فرستادہ نے تم سے کیا کہا تھا؟  
 میں نے کہا، سب خیریت ہے۔

انہوں نے کہا، مجھ سے نہ چھاؤ، جو کچھ اس نے تم سے کہا ہے میں نے سن لیا ہے  
 یہ کہہ کر جو کچھ احمد بن محمد نے سنا تھا مجھ سے بیان کیا۔

میں نے کہا، یہ تم نے حرام اور ناجائز کام کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ  
 اس سے روکنا اور اسے مسترد کرنا۔ لوگوں کو اس سے روکنا اور اسے مسترد کرنا۔

اجا اب اگر تم نے سن ہی لیا ہے تو یاد رکھنا، وقت ضرورت اس کی گواہی بھی دینی  
 ہوگی، مگر وقت سے پہلے اس کا اظہار کسی سے نہ کرنا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اس مضمون کے دس خط لکھے ان پر اپنی مہر لگائی اور  
 اپنے معتد و مقدر اصحاب کو ایک ایک خط دیدیا اور کہہ دیا کہ اس کو محفوظ رکھو، اگر مانگے سے  
 پہلے مجھے موت آجائے تو اس کو کھول کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔

جب حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام نے وفات پائی میں اپنے گھر سے اسی  
 وقت باہر نکلا، معلوم ہوا کہ رؤساء قوم محمد بن فرج کے گھر جمع ہیں اور امامت کے عہدہ پر ہی گفتگو  
 ہو رہی ہے۔ مجھے محمد بن فرج نے خط لکھ کر مطلع کیا کہ قوم کے مقدر حضرات میرے مکان پر جمع ہیں  
 اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ بات مشہور ہو جائے گی تو ہم سب لوگ آپ کے گھر خود آتے  
 اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ خود ہی اپنی سواری لیکر میرے گھر آجائیں۔

یہ خط ملا تو میں سواری پر وہاں پہنچا ان لوگوں سے گفتگو کی اور ان کی رائے  
 سنی تو میں نے دیکھا کہ ان میں سے اکثر شک میں مبتلا ہیں۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہیں  
 میں نے رقعہ لکھ کر دیے تھے، چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ اب تم لوگ میرے رقعہ نکال لاؤ  
 وہ لوگ رقعہ نکال لائے۔

میں نے کہا، اسی کا مجھے حکم دیا گیا تھا، اب تم ان رقعہ کو سب کے سامنے  
 پڑھ کر سنا دو۔

انہوں نے رقعہ لکھ کر پڑھا تو سب نے کہا کہ اگر آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی اسی  
 کی گواہی دے تو بہتر ہوگا کیونکہ یہ تو صرف آپ ہی کی تحریر اور آپ ہی کا بیان ہے۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے از خود دوسری گواہی کا بھی انتظام فرمایا ہے۔ دیکھو  
 یہ ابو جعفر اشعری بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے اس فرستادہ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے۔

انہوں نے ابو جعفر اشعری سے پوچھا، انہوں نے گواہی دینے میں لائق کیا۔  
 میں نے کہا، اے ابو جعفر اشعری! آؤ اس بات پر مبالغہ کر لیں۔

یہ سن کر وہ خوفزدہ ہوئے اور جلدی اقرار کر لیا کہ ہاں میں نے ہی سنا تھا، مگر میں  
 چاہتا تھا کہ یہ عہدہ اب عرب میں سے کسی اور کو ملے، مگر مبالغہ کا سنا ہے تو پھر کتمان شہادت کی اب  
 کوئی راہ نہیں ہے۔

پھر جبکہ حضرت ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہ کر لیا، اس وقت  
 تک افراد قیام رہا، انہوں نے اسے

واضح ہو کہ آپ کی امامت پر نص کے سلسلہ میں روایات کا ایک طویل سلسلہ ہے اگر ہم اس کی تفصیل پیش کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔ تمام قوم کا آپ کی امامت پر اتفاق نیز ان کے مقابلہ میں اس وقت کسی اور کا دعویٰ امامت نہ کرنا یہ بھی آپ کی امامت کا ایک بڑا ثبوت ہے پھر اہل کفر کے بعد آپ کی امامت پر جو نصوص کی روایات ہیں ان کو تفصیل سے پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔  
(اعلام الوریٰ ارشاد)

## ۲ = حضرت امام محمد تقی کی نص

بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر امام محمد بن علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: میرے بعد میرا فرزند (میرا جانشین) اور امام ہوگا۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول ہے۔ اور علی کے بعد اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول ہے۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۵)

## ۳ = حضرت امام محمد تقی کا قول ابوالحسن مجتبیٰ سے مشابہ ہے

بیان ہے کہ میری نسل نے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضرت محمد بن علی کا بیان ہے کہ میرے بعد میرا جانشین اور امام ہوگا۔ اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول ہے۔ اور علی کے بعد اس کا حکم میرا حکم اور اس کا قول میرا قول ہے۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۵)

آپ نے فرمایا: ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کو اپنی گود میں بٹھایا۔ ان کی امامت کے لیے نص فرمایا۔ پھر لو چھا، تمہارے لیے عراق کا کونسا تختہ ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا: ایک تختہ شہر بار۔ پھر اپنے صاحبزادے موسیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: تمہارے لیے کیا تختہ ہونا چاہیے؟ انھوں نے کہا: ایک گھوڑا۔ آپ نے فرمایا: ابوالحسن علی النقی مجتبیٰ سے مشابہ ہے اور موسیٰ اپنی ماں سے مشابہ ہے۔ اس سبب بن ہیران سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو جعفر پہلی مرتبہ مدینہ سے بغداد جاتے تھے تو آپ کی روانگی کے وقت میں نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر نثار، میں اس سفر میں آپ کے لیے کچھ خوراک لے کر آیا ہوں، یہ فرمائیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پھر بن ہیران نے آپ کو طلب کیا، میں نے پھر عرض کیا: جاؤ، تو وہ ان کے لیے فرمائیے کہ آپ کے بعد امام کون ہوگا، اس پر بن ہیران نے فرمایا: ابوالحسن علی النقی مجتبیٰ سے مشابہ ہے اور موسیٰ اپنی ماں سے مشابہ ہے۔ (کمال الدین جلد ۲ صفحہ ۵)

# بخارا الاخبار

## باب

آپ کے متعلق اخبار اور معجزات

① — ملکیت امام ؟

ماہر کسی کو خوش آمدید کہنے گیا۔ جب اس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو میں نے آپ کے بیٹھے کے لیے زمین پوش ڈال دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ میں بھی آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ دوران گفتگو میں نے آپ سے اپنی تنگدستی اور بد حالی کی شکایت کی۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور جن سنگریزوں کے قریب آپ تشریف فرماتے ان میں سے ایک ٹھسی بھر کر مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا: لو! یہ تمہارے لیے کافی ہے مگر جو کچھ دیکھا ہے اسے کسی سے بیان نہ کرنا۔ جب ہم وہاں سے واپس آگئے تو دیکھا کہ ان سنگریزوں میں چمک ہے، اور ان کا رنگ تبدیل ہو کر سرخ سونے کی طرح ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک سنا کر بولایا اور کہا: ذرا ان کو پرکھ کر بتاؤ، یہ کیا ہے؟

② — ایک معجزہ

اب ہمارا ہے اور جو چیز اس کے علاوہ ہے وہ کتاب خدا اور سنت رسول کی بنا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو چیز بحیثیت ہم امام کے حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمائی ہے اور جو چیز اس کے علاوہ ہے وہ کتاب خدا اور سنت رسول کی بنا ہے۔ (کافی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

③ — سنگریزوں کا سرخ سونے میں تبدیل ہونا

ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے ایک معجزہ دیکھا۔ ایک شخص نے امام کو بتایا کہ وہ ایک مکان میں گیا اور وہاں پر ایک کھوکھلی تھی جس میں سنگریزوں کا سرخ سونا تھا۔

ماہر کسی کو خوش آمدید کہنے گیا۔ جب اس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو میں نے آپ کے بیٹھے کے لیے زمین پوش ڈال دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ میں بھی آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ دوران گفتگو میں نے آپ سے اپنی تنگدستی اور بد حالی کی شکایت کی۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا اور جن سنگریزوں کے قریب آپ تشریف فرماتے ان میں سے ایک ٹھسی بھر کر مجھے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا: لو! یہ تمہارے لیے کافی ہے مگر جو کچھ دیکھا ہے اسے کسی سے بیان نہ کرنا۔ جب ہم وہاں سے واپس آگئے تو دیکھا کہ ان سنگریزوں میں چمک ہے، اور ان کا رنگ تبدیل ہو کر سرخ سونے کی طرح ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک سنا کر بولایا اور کہا: ذرا ان کو پرکھ کر بتاؤ، یہ کیا ہے؟

④ — ہولے امام کا احترام کس طرح کیا ؟

واقعہ نگاری پر مامور تھا، کا بیان ہے کہ متوکل اپنی سواری پر جامع مسجد جلیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ چھ خطیبوں کی تعداد بھی ہوتی تھی۔ ان میں عباس بن محمد کا اولاد کا ایک شخص بھی جاتا تھا، جس کا لقب ہر لیبہ تھا جس کی متوکل بہت تحقیر کیا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو متوکل نے ہر لیبہ کو خطبہ دینے کا حکم دیا۔ ہر لیبہ نے منبر پر جا کر بہت عمدہ خطبہ دیا، مگر قبل اس کے کہ وہ منبر سے اترے، متوکل خود نماز پڑھانے کے لیے منبر پر پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر ہر لیبہ منبر سے اتر آیا اور آگے بڑھ کر پیچھے سے اس کا گلا پکڑ لیا اور بولا: اے امیر المؤمنین! تمہیں معلوم نہیں کہ جو جمعہ کا خطبہ پڑھتا ہے وہی جمعہ کی نماز بھی پڑھتا ہے؟ یہ سن کر متوکل بولا: میں نے تو چاہا تھا کہ تمہیں شرمندہ کروں، مگر تم نے تو مجھ ہی کو شرمندہ کر دیا۔

ایک مرتبہ آل عمر کے مشنوں میں سے ایک شخص نے متوکل سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ علی بن محمد (امام علی نقی علیہ السلام) کے ساتھ جتنے احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اتنا کوئی پیش نہیں آتا۔ آپ کے گھر کا ہر فرد ان کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب وہ آتے ہیں تو کوئی بڑھ کر ان کے لیے دروازہ کھولتا ہے، کوئی بڑھ کر دروازے کا پتھر

اٹھاتا ہے اور یہ ایسا عمل ہے کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہ بھی ہمیں گے کہ اگر خلافت کے حقیقی مستحق یہ نہ ہوتے تو سرگوان اتنا احترام نہ کیا جاتا۔

لہذا، متوکل کے خادموں نے یہ طے کر لیا کہ اب ان کے لیے دروازے کا پردہ کھولنا نہیں اٹھائے گا یہ کام وہ خود ہی کریں گے، جس طرح دیگر افراد خانہ وغیرہ گھر میں داخل ہوتے اسی طرح علی بن محمد (امام علی انقی علیہ السلام) بھی داخل ہوں۔

اور متوکل کا یہ حکم تھا کہ ہمیں ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ کی بھی خبر دی جائے۔ لہذا سیدہ واقعہ نگار نے لکھا کہ جب علی بن محمد (امام علی انقی علیہ السلام) تشریف لائے تو کسی خادم نے پردہ دروازے کا پردہ نہیں اٹھایا، معاً ایک تیز جھونکا آیا جس نے آپ کا استقبال کیا اور پردہ اٹھا دیا، آپ اندر داخل ہو گئے۔

جب متوکل کو بتایا گیا تو اس نے کہا کہ جب وہ باہر جانے لگے تو کیا ہوا؟ واقعہ نگار نے لکھا کہ آپ باہر نکلنے لگے تو پہلی سڑک کے مخالف ایک ہوا کا جھونکا آیا اور اس نے پردہ اٹھا دیا، آپ باہر چلے گئے۔

متوکل نے کہا، ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہوائی کے استقبال میں پردہ اٹھایا کرے اس سے تو ان کی فضیلت لوگوں پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔ لہذا تم لوگ خود پردہ اٹھا دیا کرو۔ ( مناقب ابن شہر آشوب )

### ⑤ = اللہ کی طرف سے میرے لیے یہ انتظام ہے

صالح بن سعید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابو الحسن علی انقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مولا! میں آپ پر قربان، یہ سب لوگ ہر طرح یہ چاہتے ہیں کہ آپ کو پریشان کریں اور اللہ کے نور کو (آپ کو) بجھا دیں یا گھٹا دیں۔ یعنی آپ کو فیروں کی سرانے میں ٹھہرایا ہے تاکہ آپ کی بیعتی کریں۔

آپ نے فرمایا، اے ابن سعید! امت افسوس کرو، دیکھو تمہیں ہماری صحیح معرفت نہیں ہے یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اور فرمایا، ذرا ادھر تو دیکھو!

اب جو میں نے نظر نشان تو دیکھا کہ ہر طرف سرسبز باغات ہیں ان میں معطر حوریں ہیں، موتیوں کی طرح بڑا آب و تاب، غمان ہیں، چڑیاں چہا رہی ہیں، بہن چو کڑی بھر رہی ہیں، نہری ہماری ہیں، یہ سب دیکھ کر میں نے کہا، آپ نے فرمایا، اللہ کیوں سے تمہیں یہ انتظام ہے؟

- کلینی نے بھی حسین سے یہی روایت کی ہے۔ (اعلام الوری ۳۳۸، کافی جز اول ۳۹۱)
- محمد بن یحییٰ نے بھی صالح بن سعید سے یہی روایت کی ہے۔ (معارج الدرجات ۳۴)

### ⑥ = ایک مبروص کی صحتیابی

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے کہ:

مُتْرَمَن رُئِے کے ایک شخص کے جسم پر سفید داغ نمودار ہو گئے اور اس کی زندگی کا لطف جاتا رہا ایک دن وہ ابو علی فہری کے پاس بیٹھا ہوا اپنا دکھ درد بیان کر رہا تھا:

اُس نے کہا، تم اگر حضرت ابوالحسن علی بن محمد کی خدمت میں جاؤ اور ان سے دعا کے لیے التجا کرو تو اُمید ہے کہ یہ تمہارا مرض دور ہو جائے۔

چنانچہ ایک دن جب امام علی انقی علیہ السلام متوکل کے گھر سے واپس تشریف لارہے تھے، وہ شخص سر راہ بیٹھ گیا۔ جب اس نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو اٹھا اور چاہا کہ آپ کے قریب پہنچ جائے، آپ نے دوری سے کہا:

”قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا، قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا۔ قریب نہ آؤ، اللہ تمہیں صحتیاب کرے گا۔“

یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ فرمائے۔ وہ شخص دور ہٹ گیا، اور اسے قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُس نے واپس آکر فہری کو سارا واقعہ سنایا۔

اُس نے کہا، یہ تو انہوں نے تمہاری التجا سے پہلے ہی دعا فرمادی۔ اب جاؤ انشاء اللہ تم صحتیاب ہو جاؤ گے۔ وہ شخص یہ گفتگو کر کے اپنے گھر واپس آیا اور سو گیا جب صبح کو بیدار ہوا تو اُس کے جسم پر برس کا نشان تک باقی رہا۔ (الخواجج والبروج)

### ⑦ = ایک ہندی شعبہ باز کی ہلاکت

ابوالقاسم بن ابی القاسم

بغدادی نے زرارہ (حاجب متوکل) سے روایت ہے کہ ہند سے ایک بے مثل و ماہر شعبہ متوکل کے دربار میں آیا۔ وہ چیزوں کے غائب کر دینے کا کرتب دکھاتا تھا۔ متوکل بھی اسی قسم کے لغویات کا بڑا شائق تھا۔ اُس نے سوچا کہ اس کے ذریعے سے علی بن محمد علیہ السلام کو فحش کرایا جائے۔

چنانچہ اس نے شعبہ باز سے کہا، اگر تم اپنے شعبہ کے ذریعے سے علی بن محمد

کو نکل کر دو توپیں تمہیں ایک ہزار دینار انعام دوں گا۔  
اُس نے کہا: بہتر ہے۔ لیکن آپ حکم دیجیے کہ بہت باریک باریک چو  
پکائی جائیں، انہیں دسترخوان پر رکھ دیجیے، اور مجھے اور علی بن محمد بن رضا کو دسترخ  
وے کیجیے، پھر آپ تماشہ دیکھیے۔

متوکل نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ کو بلایا۔ آپ کے پہلو میں ایک تکیہ  
پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، اور وہ شعبہ باز اس تکیے کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ جب  
علی النقی علیہ السلام نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو شعبہ باز نے وہ روٹی اُڑا  
نے دو مزی روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ بھی اُس نے اُڑادی۔

یہ دیکھ کر لوگوں نے قہقہہ لگایا۔ حضرت علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام  
اُگیا، آپ نے اُس تکیے پر جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی، ہاتھ مار کر حکم دیا: اے شیر  
ہے، اس شعبہ باز کو نکلے۔

وہ شیر کی تصویر محسوس ہو گئی اور شعبہ باز پر تیزی سے جھپٹ پڑی اور  
شعبہ باز کو چٹ کر گئی اور اپنی اصلی صورت پر آگئی  
لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ حضرت علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام  
واپس جانے لگے۔

متوکل نے آپ سے یہ درخواست کی کہ اس شعبہ باز کو واپس  
آپ نے فرمایا، نہیں، اب تم اُس کو کسی نہ پاسکو گے۔ تم دشمنانِ خدا  
کے دوستوں پر غالب کرنا چاہتے ہو۔  
یہ کہہ کر آپ وہاں سے واپس چلے آئے۔ (مختار الخزانجی و ابن

۸ = ایک اور معجزہ

داؤد بن قاسم جعفری کا بیان ہے کہ میں  
میں حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، حج کا ارادہ تھا،  
سے بھی رخصت ہوں۔ جب میں آپ سے رخصت ہونے لگا تو آپ بھی میرے  
جب آخر حاجز پر پہنچے تو آپ سواری سے اتر پڑے، میں بھی اتر گیا۔  
آپ نے اپنے ہاتھ سے زمین پر ایک دائرہ ناخط کھینچا اور مجھ سے  
چچا اس دائرے میں سے جو کچھ آپ لے لیں وہی آپ کے سفر حج کے

میں کام آئے گا۔

میں نے جب اُس دائرے میں ہاتھ مارا تو سونے کا ایک ٹکڑا نکلا جس کا وزن  
دو سو مثقال تھا۔ ( مناقب امین شہر آشوب )

۹ = ترکی سردار کے بچپن کا نام

ابوالہاشم جعفری سے روایت ہے۔ اُن کا  
بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا خلیفہ کا سردار لشکر اُدھر سے اعراب اور بدوؤں کو تلاش  
کرتا ہوا گذر رہا تھا؛

حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو جب اُس کے بارے میں علم ہوا تو آپ نے  
فرمایا، میں بھی اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔

لہذا ہم سب لوگوں آپ کے ساتھ ایک مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے کہ اتنے  
میں وہ ترکی سردار مع اپنے لشکر کے وہاں سے گذرا۔

جب وہ قریب آیا تو حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے ترکی زبان میں کچھ  
ارشاد فرمایا۔ وہ سردار اپنی سواری سے اتر آیا اور آپ کے مرکب کے ٹم کو بوسہ دینے لگا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس ترک سردار کو حلف دیکر پوچھا، یہ بتاؤ کہ اُنھوں  
نے تم سے کیا کہا تھا؟

اُس نے جواب دیا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی نبی ہیں ؟  
میں نے کہا، نہیں یہ نبی تو نہیں ہیں۔

اُس نے پھر کہا، اُنھوں نے مجھے اُس نام سے کیسے پکارا جس نام سے مجھے میرے  
ملک میں مجھے بچپن میں پکارا جاتا تھا۔ اور آج سے پہلے میرا یہ نام کسی اور کو معلوم نہیں تھا۔

( اعلام الوری ص ۲۳۳ )

۱۰ = اخبار العلوم

راوی کا بیان ہے کہ ایک دن فتح بن خاقان نے  
مجھ سے کہا، متوکل نے مجھے حاکم دیا ہے کہ تم سے کچھ مال آنے والا ہے تم اُس پر نگاہ رکھو۔  
جب آئے تو مجھے اطلاع دو، اور یہ بھی بتاؤ کہ یہ مال کس طریقہ سے آیا ہے تاکہ میں اسے ضبط  
کر لوں۔

کیسے کہ میں امام علی النقی بن محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔

آپ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: اے ابو موسیٰ! جو اللہ کے گاہبتر ہی کرے گا، مال آج رات کو اتنے گا، تم میرے پاس سو رہو۔

جب رات کافی ہو چکی تو آپ عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ نے سلام پڑھ کر کھڑے فرمایا، سنو! ایک شخص مال نیکرا آگیا ہے اور اس نے خادم کو منع کر دیا ہے کہ وہ مال نہ وصول کرے۔ اب تم جاؤ اور اس سے مال وصول کر لو۔ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ اس شخص کے پاس ایک زنبیل ہے اور اس میں کچھ مال ہے میں نے وہ زنبیل اس سے لے لی اور سیدھا آپ کے پاس آیا۔

آپ نے فرمایا: اس سے جا کر کہو کہ وہ جبہ بھی تو دے جس کے متعلق تم نے کہا کہ وہ اس کی داوی رکھ گئی تھیں۔

میں اس کے پاس پھر گیا اور اس نے وہ جبہ دیا، میں اس جے کو لیکر آیا۔ آپ نے فرمایا: اس سے جا کر کہو، یہ وہ جبہ نہیں ہے، تم نے بدل کر دو۔ دیدیا ہے ہیں تو وہی جبہ چاہیے۔

میں نے جا کر اس سے کہا: اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا، ہاں، میری بیٹی کو وہ جبہ پسند آگیا۔ اس لیے اس نے وہ جبہ رکھ لیا اور یہ جبہ دیدیا ٹھہرو میں ابھی جا کر وہ جبہ لاتا ہوں۔ میں نے واپس آکر آپ سے سب کچھ عرض کر دیا۔

آپ نے فرمایا، اس سے کہو کہ وہ جبہ تو تیرے کاندھے پر ہے۔ میں نے اس سے جا کر کہا، اور وہ جبہ اس کے کاندھے سے اتار لیا۔ اس نے کہا، اب تک تو مجھے ان کی امامت میں شک ہی تھا، لیکن اب مجھے یقین ہے کہ آپ ہی امام ہیں۔ (امام شیخ مفید)

• مناقب میں بھی فتح سے اسی کے مثل روایت ہے (مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

## ① = ایک ظالم حاکم سے نجات دلانا

منعورمانے اپنے والد کے چچا سے کہا ہے اور انھوں نے یہ حدیث کافور سے لی ہے۔ امام علی رضی اللہ عنہما جس موقع میں تھے وہاں آپ کے بڑوں میں چند مختلف دست کار بھی آباد تھے اور وہ ایک قریہ اور کافور وہیں یونس نقاش بھی تھا، وہ آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

ایک دن یونس کچھ خوفزدہ و سراساں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مولانا! میں آپ سے وصیت کرتا ہوں، میرے گھروالوں کا خیال رکھیے گا۔

آپ نے پوچھا، کیا بات ہے تم کیوں اس قدر پریشان ہو؟ اس نے عرض کیا، اب میرے کوچ کا وقت آگیا ہے۔

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، اے یونس! وہ کیسے؟

اس نے کہا کہ موسیٰ بن بعا (ترکی سردار) نے میرے پاس ایک نگینہ نقش کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ اتفاق سے ٹوٹ کر دو ہو گیا، اور کل ہی دینے کا وعدہ ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ موسیٰ بن بعا ہے، وہ مجھے یا تو ایک ہزار کوڑے لگوائے گا، یا قتل کرنے کا حکم دے گا۔

آپ نے فرمایا، تم نہ کرو، اپنے گھر جاؤ، کل جو ہوگا، وہ بہتر ہی ہوگا۔

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو پھر کانپتا ہوا آیا، اور بولا، مولانا! موسیٰ کا آدمی وہ نگینہ لینے کے لیے آگیا ہے، اب میں اسے کیا جواب دوں؟

آپ نے فرمایا: فکر مند نہ ہو، جاؤ انشاء اللہ جلا ہی ہوگا۔

یونس نے کہا، مولانا! میں اس سے کیا کہوں؟

آپ مسکرائے اور فرمایا، تم جا کر تو دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے، پھر جو ہوگا وہ بہتر ہوگا۔ یونس اپنے گھر گیا اور ہنستا ہوا واپس آیا، اور بولا: موسیٰ کے آدمی نے آکر کہا کہ کینز میں آپس میں جھگڑا کر رہی ہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ اس نگینہ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دو، تاکہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

امام علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یا الہی تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں قرار دیا۔ اے یونس! یہ بتاؤ کہ تم نے اس سے کیا کہا؟

یونس نے کہا، میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ اچھا، پھر مجھے اس کے لیے مزید وقت دے گا ہوگا۔

آپ نے فرمایا، تم نے ٹھیک جواب دیا۔ (امام شیخ مفید)

## ② = منجانب اللہ گرم پانی کا انتظام

کافور خادم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی بن محمد (امام علی رضی اللہ عنہما) نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں لوطا فلاں مقام پر پانی ہے پھر کہ میرے وضو کے لیے رکھ دینا۔

پھر آپ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا۔ اور فرمایا: پہلے یہ کام کرو پھر پانی رکھ دینا، تاکہ جب میں نماز کے لیے وضو کرنا چاہوں تو پانی موجود ہو۔

یہ فرما کر آپ آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے اور میں پانی رکھنا بھول گیا سردی کی رات تھی، جب میں نے محسوس کیا کہ آپ نماز کے لیے اٹھے ہیں تو مجھے یاد آیا کہ لوٹنے میں پانی میں نے رکھا ہی نہیں۔ اس لیے ڈر کے مارے کہ آپ خفا ہوں گے، میں وہاں سے دوڑ بہٹ گیا، مگر اس کا دکھ ضرور تھا کہ آقا کو لوٹا تلاش کرنے میں زحمت ہوگی۔

اتنے میں آپ نے مجھے عقدہ میں آواز دی: میں نے دل میں کہا، انا بندہ اب میں آپ کے سامنے کیا عذر پیش کروں گا، سوائے اس کے کہ یہ کہہ دوں کہ میں بھول گیا، اور فرمایا: گئے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہذا اگر دن جھکائے ہوئے سامنے گیا۔

آپ نے فرمایا: تجھ پر وائے ہو تجھے میرا دستور معلوم نہیں کہ میں ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں، پھر تو نے گرم پانی لوٹے میں بھر کر کیوں رکھ دیا؟

میں نے عرض کیا، آقا! میں نے نہ لوٹا رکھا اور نہ پانی۔

آپ نے فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے دم قدم پر اپنی آسانیوں سے نوازا ہے، اور شکر ہے اُس اللہ کا جس نے مجھے اپنی اطاعت کرنے والوں میں شمار کیا، اپنی عطا کی تو فیق عطا فرمائی اور میری مدد فرمائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اُس شخص سے نالواض ہوتا ہے جو اُس کی دی ہوئی آسانی قبول نہ کرے۔

(امالی شیخ ۱) - (مناقب جلد ۴ ص ۱۲۱) (مرسل روایت ہے)

### ۱۳ = تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کا شکر ادا کرو گے

ابوالہاشم جعفری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شدید تنگدستی میں مبتلا ہوا۔ لہذا، میں حضرت ابوالحسن امام علی نقی کے پاس گیا۔ آپ نے مجھے حاضری کی اجازت دی۔ جب میں جا کر بیٹھ گیا، تو آپ نے فرمایا: اے ابوالہاشم! (تمہیں اللہ نے اتنی نعمتیں دی ہیں) تم اللہ کی کن کن نعمتوں کا شکر ادا کرو گے۔

یہ سن کر میں آپ کی طرف متوجہ ہوا مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا عرض کروں۔ پھر آپ ہی نے فرمایا: دیکھو! اللہ نے تمہیں ایمان کا رزق دیا، جس کی وجہ سے تمہارا جسم پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی، اللہ نے تمہیں تندستی کی روزی دی، جس سے تم اس قابل ہو گے

اُس کی اطاعت کرو۔ تمہیں قناعت عطا کی جس سے تم سفلیں سے محفوظ رہے۔ اے ابوالہاشم! میں نے تم سے یہ پہلے ہی کہہ دیا، اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم اپنی تنگدستی کی شکایت کرنے کے لیے آئے ہو۔ جاؤ، میں نے تمہیں سو دینار دیے جلنے کا حکم دے دیا ہے انہیں لیلو۔ (امالی شیخ صدوق ص ۱۲۱)

### ۱۴ = سُرمِنِ راتے کے اُجڑنے کی پیشگوئی

منصوری نے اپنے والد کے چچا سے روایت کی ہے۔ ان کا بیان ہے ایک دن حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوسی! مجھے سُرمِنِ راتے میں جبریہ بھیجا گیا تھا، مگر اب یہاں سے نکالا جاؤں گا تو جبریہ ہی نکالا جاؤں گا۔

میں نے عرض کیا، آقا! یہ کیوں؟

آپ نے فرمایا کہ یہاں کی ہوا صاف ستھری، پانی شیریں ہے یہاں پر انسان کم بیماریاں پڑتا ہے۔

پھر فرمایا، مگر یہ سُرمِنِ راتے اُجڑ جائے گا، اور ایسا اُجڑے گا کہ یہاں مسافروں کے لیے چند سرائے اور چند دکائیں ہی باقی رہ جائیں گی، اور اس کے اُجڑنے کی علامت یہ ہے کہ میری موت کے بعد میرے روحے میں عمارتیں تعمیر ہونے لگیں گی۔ (مناقب جلد ۶ ص ۱۲۱)

### ۱۵ = حق بقدر رسید

ابوعلی بن راشد کا بیان ہے کہ امام تک پہنچنے کے لیے میرے پاس کچھ مال آیا، تو آپ کا آدمی پہنچا اور قیل اس کے کہ میں اپنے رجسٹر میں دیکھ کر وہ مال اُس کے حوالے کروں، اُس نے خود ایک رجسٹر پیش کر دیا۔ میں نے گھر میں ادھر ادھر بہت تلاش کیا، مگر وہ رجسٹر مجھے نہ مل سکا، تاکہ دونوں رجسٹروں سے مقابلہ کر کے تصدیق ہو جائے، تلاشِ بسیار کے بعد مجھے وہ رجسٹر نہ دستیاب ہوا اور میں نے اُس آدمی کو لوٹنے والیوں کو دیا۔ جب آپ کا آدمی چلا گیا تو مجھے خیال آیا کہ ذرا سامان کے بندلوں میں تو دیکھوں اس میں دیکھا تو وہ رجسٹر مل گیا۔ اب میں نے دونوں کو سلنے رکھ کر مقابلہ کیا تو سرسور فرق نہ پایا، اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا مطالبہ صحیح تھا۔ میں نے فہرست کے مطابق وہ مال آپ کو پہنچا دیا۔ (بعض روایات ص ۱۲۱)



محمد بن فرج کا بیان ہے کہ حضرت امام ابو الحسن علی بنقی علیہ السلام نے مجھے خط لکھا کہ اپنے تمام معاملات سے فارغ ہو کر محتاط ہو کر محمد بن فرج کہتا ہے کہ میں نے اپنے سارے معاملات سے توفراغت حاصل کر لی مگر سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کے اس لکھنے کا مطلب کیا ہے۔

ناگاہ ایک شاہی فرستادہ آگیا اور وہ مجھے مصر سے قید کر کے اور زنجیروں میں کرنے گیا اور میری تمام اطالک ضبط کر لی۔

میں آٹھ سال تک قید خانے میں رہا۔ میں ابھی قید خانے ہی میں تھا کہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام کا ایک دوسرا خط ملا جس میں تحریر تھا کہ غریب جانب قیام نہ کرنا۔ میں نے خط پڑھ کر دل میں کہا کہ آپ مجھے یہ لکھ رہے ہیں، درآنحالیہ کہ میں قید میں کیوں قیام کرنے کا سوال ہی کیا ہے۔

پھر چند ہی دن کے بعد مجھے قید سے رہائی مل گئی۔ جب عراق واپس ہوا تو آپ کی طرف کے مطابق بغداد میں قیام نہیں کیا، بلکہ سرمن رائے چلا گیا۔ وہاں سے میں نے آپ کو خط لکھا کہ دعا فرمائیے، میری ملکیت مجھے واپس ملے۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کچھ دنوں میں تمہاری ملکیت تمہیں مل جائے گی لیکن اگر یہ لوگ تمہیں واپس بھی نہ کریں تو پھر بھی تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

علی بن محمد زینل کابیان ہے کہ محمد بن فرج جب عسکر منتقل ہوا تو اس نے مجھے خط لکھا کہ میری ضبط شدہ جائیداد بھی مجھے واپس ملنے کی دعا کیجیے مگر خط پہنچنے سے پہلے وہ انتقال کر گیا۔

ارشاد ص ۳۳، کافی جلد ۱۱ ص ۱۱۱

- اعلام لوزی میں بھی محمد بن فرج سے اسی کے مثل روایت ہے
- ابوالقاسم بغدادی نے زرارہ سے روایت کی۔ ایک مرتبہ متوکل کا ارادہ ہوا کہ اس کے دن حضرت علی بن محمد بن رضا علیہ السلام پاپیادہ آئیں۔ اس کے وزیر نے اسے سمجھا یا کہ یہ آپ کے لیے برا ہوگا اور آپ بدنام ہو جائیں گے اس نے کہا کچھ بھی ہو یہ تو کرنا ہی ہے۔
- وزیر نے کہا، اگر یہ امر انتہائی ضروری ہے تو پھر آپ یہ حکم جاری کریں کہ سارے سردار و اشراف مجھ یا ہاندا آئیں تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ آپ کا یہ حکم صرف علی بن محمد بن رضا

کے لیے ہے کسی اور کے لیے نہیں۔ اس نے ایسا ہی کیا اور حضرت امام علی بنقی علیہ السلام مجبوراً پاپیادہ چلے۔ سخت گرمی کا زمانہ تھا، دلہیز تک پہنچتے پہنچتے آپ پاپیادہ میں تر ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے فوراً بڑھ کر آپ کو ڈیوڑھی ہی میں بٹھالیا، رومال سے آپ کے چہرے کا پاپیادہ صاف کیا، اور عرض کیا کہ آپ کے ابن عم کا مقصد یہ تھا کہ صرف آپ کو پاپیادہ چلائے۔

آپ نے فرمایا، خاموش ہو رہو۔ "تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعَدَلْتُ فَبُرِّمَتَكُمْ نِوَابٍ ۝ (سورہ ہود آیت ۶۵) یعنی: تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک اور مزے اڑالو، یہ وعدہ (۶۵) ہے جو جوڑنا نہیں ہوگا۔

زرارہ کا بیان ہے کہ میرے یہاں ایک شیعہ استاد تھا، میں اس سے اکثر مزاج کیا کرتا تھا اور اسے رافضی کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ ایک دن جب میں اپنے گھر واپس آیا تو عشاء کا وقت ہو چکا تھا، میں نے اسے آواز دی، رافضی، ادا ہوا، میں تجھے ایک بات سناناں جو میں نے تیرے ماتم سے آج ہی سنی ہے۔ اس نے کہا، تم نے کیا سنا ہے؟

میں نے وہ آیت جو امام علیہ السلام نے پڑھی تھی سنائی۔ معلم نے کہا، دیکھ اب میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، میری بات مان لے۔ میں نے کہا، ہاں، کیا کہنا چاہتا ہے؟ معلم نے کہا، جو کہ تو نے مجھے بتایا ہے اگر واقعاً حضرت امام علی بنقی علیہ السلام نے یہی فرمایا ہے تو تو اپنے تحفظ کی فکر کر، اور اپنا مال واسباب کہیں اور منتقل کرے، اس لیے کہ متوکل تین دن کے بعد مر جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سن کر مجھے غصہ آگیا، میں نے اسے گالیاں سنائیں اور اپنے پاس سے نکال دیا۔ مگر تنہائی میں سوچا تو دل نے کہا، اس امر میں اگر احتیاطاً اپنا تحفظ کر لیا جائے تو ہرج ہی کیا ہے اگر کچھ رونما ہوا تو میں محفوظ رہوں گا اور اگر کچھ نہیں ہوا تو اس احتیاط سے میرا کوئی نقصان بھی نہیں۔ یہ سوچ کر میں نے سواری لی اور متوکل کے گھر گیا، اور وہاں جو کچھ میرا سامان رکھا ہوا تھا سب اٹھا لیا، پھر وہ اور اپنے گھر کا سامان اپنے قابل اعتماد لوگوں کے پاس بھجوا دیا، صرف ایک چٹائی اپنے بیٹے بیٹھنے کے لیے رہنے دی۔

۱۳۷  
راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں دسترخوان بچھا دیا گیا اور چن دیا گیا۔

حجفر نے کہا، اب اس کے کھانا کھانے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ آپ کی بات جھوٹی ثابت ہو جائے گی۔

مگر مجھ کو ادھر اُس نے ہاتھ دھو کر کھانے کی طرف بڑھایا، ادھر اُس کے غلام نے خبر دی کہ جلدی چلیے، آپ کی والدہ بام خانہ سے نیچے گر کر مر گئیں۔

حجفر نے کہا، خدا کی قسم، اب اس واقعے کے بعد تو میں توقع نہ کروں گا اور آپ امامت کا معترف ہو جاؤں گا اور آپ ہی کے حلقہ اثر اور محبوں میں شامل ہو جاؤں گا۔

(اعلام الوری صفحہ ۳۲۷)

• مناقب میں بھی سعید بن سہیل سے اسی کے مثل روایت مرقوم ہے۔

(مناقب جلد ۴ صفحہ ۲۱۵ و ۲۱۶)

• مشارق الانوار میں محمد بن داؤد اور محمد بن داؤد سے روایت ہے کہ تم اور اس اطراف سے جو مال خمس، نذر، تحفے و جوہرات وغیرہ جمع ہوئے تھے وہ ہم لوگوں نے ایک اونٹ پر بار کیے اور انہیں اپنے آقا و سید حضرت ابوالحسن ہادی (امام علی نقی علیہ السلام) کی خدمت میں پہنچانے کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ کا آدمی ملا۔

اُس نے کہا، اسے لیکر واپس جاؤ یہ وقت ان سب چیزوں کے وصول کرنے کا ہے ہم لوگ مجبوراً تم واپس ہوئے اور ساری چیزیں احتیاط سے رکھ دیں۔ چند دنوں بعد آپ کا حکم آیا کہ میں نے تمہارے پاس ایک اونٹ بھیجا ہے اس پر سارا سامان بار کر کے لے کر آؤ اور اسے خد کے سپرد کر کے وہاں ٹھہرنا دیا۔

اس کے بعد جب ہم آپ کی زیارت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا، دیکھو! تمہارا بھیجا ہوا تمام مال ہمارے پاس بحفاظت پہنچ گیا ہے پھر آپ نے ہمیں وہ مال دکھایا، تو ہم نے پہچان کر اعتراض کر لیا کہ یہی وہ مال ہے جو ہم نے آپ کے فرستادہ اونٹ پر بار کیا تھا۔

• اہل نہرین کے ایک بزرگ حسن بن اسماعیل کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور سہ ماہی رشتہ دار دونوں کوئی شے لے کر حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں جانے کی تیاری کرتے تھے کہ میرے گاؤں کے ایک شخص نے ایک پرچہ دیا اور آپ تک پہنچانے کے لیے کچھ تحائف دے کر نیکر کہا، کہ مولا کی خدمت میں میرا سلام عرض کرو دینا اور دریافت کرنا کہ فلاں چڑیا جو چھائیوں میں تھی

۱۳۸  
کے انڈوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جب ہم آپ کے بیت الشرف پر پہنچے تو سارا سامان ایک کینز کے حوالے کر دیا، اتنے میں خلیفہ وقت کا آدمی آگیا، آپ سواری پر سوار ہونے کے لیے چلے گئے۔ اور ہم واپس ہوتے۔ آپ سے کوئی مسئلہ ہی نہ پوچھ سکے۔ جب ہم لوگ شاہراہ پر پہنچے تو حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر ہمارے پاس پہنچے اور میرے ایک ہمسفر سے سطحی زبان میں فرمایا: اُس شخص کو بھی میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ فلاں چڑیا کا انڈا نہ کھانا وہ مسوختا میں سے ہے۔

• روایت ہے کہ اہل مدائن میں سے ایک شخص نے آپ کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ: متوکل کی حکومت اب کتنے دنوں تک باقی رہے گی؟

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابَّاهُ فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سَبِيلِهِ الْإِقْبِلْ لِمِمَّا تَأْكُلُونَ ثُمَّ يَأْتِي مِنَ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَا كَلْبُ مَا قَدْ مَتَّعْتُمُوهَا بِالْأَقْلِيلِ وَمِمَّا تَحْصِنُونَ ثُمَّ يَأْتِي مِنَ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَيَتِيحُ الْعَصْرُونَ ۝

(سورہ یوسف ۲۷-۲۸-۲۹)

ترجمہ: اس نے کہا، (یوسف نے کہا) کہ تم لوگ سات برس تک متواتر کاشت کرتے رہو گے۔ اُس (ہفت) کے دوران جو فصل تم کاٹو گے اُسے بالیوں میں ہی رہنے دینا۔ سولے توڑی سی (فصل) کے جسے تم خود کھا سکو۔ پھر اس کے بعد سات برس بڑے سخت (فصل سال کے) آئیں گے، کہ جو کچھ ان (سالوں) کے لیے تم نے جمع کر رکھا ہوگا، سب کھا یا جائے گا، سولے قدرے قلیل کے جو تم (بیج کیلئے) بچا سکو گے پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارشیں ہوں گی جس میں وہ (پھلوں کا) رس خوب پھوڑیں گے۔

چنانچہ پندرہویں دن کی ابتداء ہی میں متوکل قتل کر دیا گیا۔

• احمد بن یحییٰ الاودی کا بیان ہے کہ میں ایک مسجد جامع میں نماز ظہر ادا کرنے گیا۔ جب نماز پڑھ چکا تو دیکھا کہ حرب بن حسن طمان اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے میں ان کی طرف بڑھا، ان کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ اس مجمع میں حسن بن سماعہ بھی تھا وہاں ہر حسن بن علی کا تذکرہ ہوا اور یہ کہ ان پر کیا گزری۔ اس کے بعد زبیر بن علی کا ذکر آیا کہ ان پر کیا گزری۔ اسی مجمع میں ایک اجنبی شخص بھی تھا جسے ہم پہچانتے نہ تھے، اُس نے کہا: اے قوم! ہمارے یہاں

ایک شخص ڈرتا کانپتا ہوا آیا اور بولا: آپ لوگوں کی محبت کے جرم میں میرا لڑکا پکڑ لیا گیا، اور آج شب اس کو فلاں پہاڑی کے اوپر لیجا کر نیچے پھینکیں گے اور جب وہ مرجائے گا تو اسی پہاڑی کے نیچے دفن کر دیں گے۔

آپ نے فرمایا، پھر تم کیا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا، وہی جو ماں باپ چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا، جا فکر نہ کر تیرا لڑکا کل واپس آجائے گا۔

دوسرے دن صبح کے وقت اُس کا لڑکا گھر واپس آ گیا۔

باپ نے پوچھا بیٹے! تجھ پر کیا گزری؟

اُس نے کہا، دشمنوں نے قبر کھود لی تھی، میرے ہاتھوں پاؤں باندھ دیے تھے

مجھے پہاڑی کے اوپر سے پھینکنے ہی والے تھے کہ ایک طرف سے دس پاک و طیب ہستیاں نمودار ہوئیں اور مجھ سے پوچھا۔

لے لڑکے! تو کیوں روتا ہے؟

میں نے اُن سے تمام روراد بیان کر دی۔

اُنہوں نے کہا، اگر تو یہاں سے چھوٹ جائے تو روضہ نبوی پر زیارت کو جائے

میں نے عرض کیا، جی ہاں ضرور حاضری دوں گا۔

اُنہوں نے، اُس حاجب و نگران کو جو میرے درپے آزار تھا پکڑ کر پہاڑی سے

ایسا پھینکا کہ اُس کے چھینٹے چلانے کی آواز بھی کسی نے نہ سنی۔ پھر وہ لوگ مجھے آپ کے پاس

لے آئے اور وہ باہر کھڑے ہوئے میرا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ لڑکا باپ سے رخصت ہوا اور چلا گیا۔ اُس کا باپ امام علیؑ کی خدمت میں آیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ آپ اُس کی بات سنتے جلتے اور مسکراتے جاتے

اور فرماتے کہ وہ لوگ وہ باتیں نہیں جانتے جنہیں ہم جانتے ہیں۔ (منقب جلد ۲ ص ۱۳۰)

کتاب دلائل حمیری میں حسن بن علی و شام سے روایت ہے کہ حضرت امام ابوالمعالی

کی کنیز ام محمد جو مقام حیر میں حسن بن موسیٰ کے ساتھ رہتی تھی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ

مکنتی میں حضرت امام علیؑ کی خدمت میں آئے اور اُم ایہا بنت موسیٰ کی آغوش میں بیٹھ گئے

اُنہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا، بخدا! ابھی ابھی میرے پردہ زرد گوار نے وفات پائی۔

اُنہوں نے کہا، نہیں نہیں ایسی بات منہ سے نہیں نکالا کرتے۔

آپ نے فرمایا، میں نے جو کہا ہے وہ سچ ہے۔ ہم لوگوں نے اسی دن خط بھیجا تو بات سچی تھی، اسی روز حضرت ابو جعفرؑ نے وفات پائی تھی۔

متوکل نے عتاب بن ابی عتاب کو مدینہ بھیجا، تاکہ وہ علی بن محمد یعنی حضرت امام

علیؑ النقی علیہ السلام کو لپیٹ کر سر منزلے آئے۔ شیعوں میں چرچا تھا کہ حضرت امام علیؑ النقی

علم غیب کے عالم ہیں۔ مگر عتاب کے دل میں کچھ شک تھا۔ جب مدینہ سے چلے تو آپ نے

بیادہ (برساتی) پہن لیا، حالانکہ اُس وقت آسمان ابر سے بالکل صاف و شفاف تھا، مگر

تھوڑی ہی دیر کے بعد ابر چھا گیا اور بارش ہونے لگی۔

عتاب نے کہا، یہ (آپ کے علم غیب کی) پہلی نشانی ہے۔

جب آپ شط قاطول پر پہنچے تو دیکھا کہ عتاب کچھ فکر مند سا ہے۔

آپ نے فرمایا، ابیہماجر! کیا بات ہے؟

اُس نے کہا، میں نے اپنی حاجات امیر المؤمنین سے طلب کی ہیں (دیکھیں کیا ہوتا ہے)

آپ نے فرمایا، تیری تمام حاجات پوری ہوں گی (فکر نہ کر)

تھوڑی دیر کے بعد آدھی پہنچا، اُس نے خوشخبری دی کہ:

لے عتاب! تیری ساری حاجتیں پوری ہو گئیں۔

عتاب نے آپ سے عرض کیا کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ علم غیب کے حامل ہیں، اس کی

دو نشانیاں تو میرے سامنے ظاہر ہو گئیں۔ (منقب جلد ۲ ص ۱۳۰)

①۷ = علم مافی الضمیر

محمد بن حسین بن مصعب مدائنی نے ایک مرتبہ

آپ کو خط لکھا اور شیشہ پر سجدہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اُس کا بیان ہے، جب میں خط

لکھ چکا تو دل نے کہا، یہ بھی تو زمین ہی کی پیداوار ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ جو چیز زمین سے پیدا ہو

اُس پر سجدہ جائز ہے۔

آپ نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا، شیشہ پر سجدہ نہ کرو۔ اگرچہ تمہارا دل یہ کہتا

ہے کہ یہ زمین ہی کی پیداوار ہے، مگر یہ ریت اور نمک ہے اور نمک شورہ ہے (کشف الغم ۲)

علی بن محمد زوفلی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام

علیؑ النقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ عظیم تہتر ہے، یہ

ہو سکتی ہے جبکہ اس رتبہ جلیل نے آپ کو اپنے اسم کا قرین (سامتی) بنایا اور اپنی عطا میں آپ کو شریک کیا جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا اس کی اطاعت کی جزا وہ اُسے ضرور عنایت فرمائے گا۔ چنانچہ اُس نے اپنی عطا میں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: **وَمَا تَقْضُوا إِلَّا اِنْ اَعْتَبْتُمْ** اللہ وَاَسْرَسُوْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورۃ برأت آیت ۴۷) ترجمہ: (اور انہوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اُس کے رسول نے انہیں غفلت کرانے سے فضل ہے۔)

اور اپنے رسول کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنم کے فضائل طبقات میں عذاب پائیں گے۔ **يَلِيْتِنَا اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلًا** (سورۃ الاحزاب آیت ۶۶)

ترجمہ: (کاش ہم نے اللہ کی اور اُس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔) پھر ان لوگوں کی بھی گندہ حقیقت ہم کسے بیان ہو سکتی ہے جن کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے: **اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ** (سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو) ان کی جو تم میں صاحب الامر ہیں) نیز فرمایا: **وَتَوْرَدُوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلَى اَوْلِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَہُ مِنْهُمْ ط** (سورۃ النساء آیت ۵۹) ترجمہ: (اور اگر وہ اُس کو رسول کے اور اپنے میں سے صاحبان امر کے سامنے پیش کر دیتے ان میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اُس کی حقیقت جان لیتے۔) پھر فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ يَآمُرُكُمْ اَنْ تَوَدُّواْ الْاٰمَنِيْنَ اِلَى الْاَهْلِ** (سورۃ النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیا کرو) نیز فرمایا: **فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** (سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے) لے فتح احسن طرح رتبہ جلیل کا نہ وصف بیان کیا جا سکتا ہے، نہ رسول جلیل

نہ اولاد بتول (جناب فاطمہ کی اولاد کا) کا اسی طرح اُس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہو سکتا جو ہمارے امرِ امامت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبی افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیلوں سے افضل ہیں اور ہم میں سے جو دعویٰ ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرم ہے۔ ان دونوں ہزاروں کے اسماء افضل اسماء اور ان کی کنیت تمام کنیتوں سے افضل و بہتر ہیں ہے۔

سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے تزویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر بٹھاتے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ تواضع سب سے زیادہ حلیم سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سید کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ ان کی موت کی طرح تمہیں موت دے گا، اور ان کی زندگی کی طرح تمہیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپ کے پاس تک پہنچنے کی کوشش کی، پہنچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا۔ میں نے عرض کیا، فرزند رسول! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر میرے دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہر صورت مجھے اختیار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمہارے سوال کا جو جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا سنا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سننے سننے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلم رشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، ان دونوں کو نصیحت پر مامور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمہارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالم (الہدیت) چاہے تو بتا دے، اس لیے کہ جو علم رسول اللہ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اس لیے کہ اللہ اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہذا جو کچھ رسول کے پاس ہے وہ سب (امام) عالم کے پاس ہے اور وہ چیز جس کا علم رسول کو ہے، رسول کے اوصیاء کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین حجت خدا سے خالی نہ رہے اور اس کا علم اُس کے قول کی تصدیق و توثیق جواز عدالت پر دلیل ہے۔

لے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمہیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

سرمن رائے میں ایک مرد علوی ہے جو مدینہ کا رہنے والا ہے وہ یا تو ساحر ہے یا کاہن ہے  
ابن سماعہ نے کہا، یہ تم کس کا ذکر کرتے ہو؟  
اُس نے کہا، یہ مثلی بن محمد بن رضا کا ذکر ہے۔

لوگوں نے پوچھا، تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ ساحر یا کاہن ہیں۔؟  
اُس نے کہا، سنو! ایک مرتبہ ہم چند لوگ اُن کے دروازے پر اُن کے ساتھ  
ہوئے تھے، وہ سرمن رائے میں ہمارے پڑوسی تھے اُن کے پاس عموماً عشاء کے وقت بیٹھا  
اور اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ہم بیٹھے ہوئے مصروف گفتگو تھے کہ اُدھر سے بادشاہ کا  
مجلسرا کا ایک افسر گذرا اس کے ساتھ اور بھی بہت سے سردار اور نوکر جا کر تھے۔  
جب علی بن محمد نے اس کو آتے ہوئے دیکھا تو اُس کی طرف بڑھے، اُسے سلام کیا  
اور اس کا اکرام کیا۔

جب وہ چلا گیا، تو بولے؛ یہ اس وقت تو اپنے جاہ و خیم کو دیکھ کر بہت خوش  
مگر کل ہی نماز سے پہلے دفن ہو جائے گا۔  
پرسن کر رہیں بڑا تعجب ہوا، اُن کے پاس سے اُٹھ کر ہم نے کہا، یہ تو علم غیب ہے  
ہم تین آدمیوں نے آپس میں یہ بے لگیا کہ جو کچھ انھوں نے کہا ہے، اگر اس کے مطابق نہ ہو تو ہم ان ہی کو  
کرنے ان سے چھٹکارہ حاصل کر لیں گے۔

الغرض، میں اپنے گھر پر تھا اور ابھی نماز صبح سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ شور و غل  
آواز سنی۔ دروازے پر گیا تو میں نے دیکھا کہ فوجیوں اور دوسرے لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور وہ  
لوگ کہہ رہے ہیں فلاں سردار گذشتہ شب کو شراب کے نشے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا تھا کہ قدم  
لڑکھڑانے زمین پر گرا، گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

میں نے کہا، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ۔ پھر گھر سے نکلا، تو دیکھا کہ  
واقعا ابوالحسن کا کہنا سچ ہو گیا، وہ شخص مرا ہوا پڑا تھا اُسے دفن کر کے اپنے گھر واپس آیا۔  
یہ واقعہ سن کر ہم سب لوگوں کو تعجب ہوا۔  
(رجال نجاشی ص ۳۲)

بازش کا علم

علی بن یقطين بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں ایک مرد  
معتزلی تھا۔ میرے پاس حضرت ابوالحسن علی بن محمد کے واقعات پہنچتے تھے اور میں ہمیشہ اُن  
کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک مرتبہ مجھے خلیفہ سے ملنے کے لیے سرمن رائے جانا پڑا۔ جب خلیفہ

کے اجلاس عام کا دن آیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ میدان میں چلیں۔

دوسرے دن سب لوگ اپنی اپنی سواروں پر چلے۔ گرمی کے باریک کپڑے پہنے  
ہوئے ہر ایک کے ہاتھ میں پنکھا تھا۔ اور حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے جاڑے کا لباس پہن  
رکھا تھا، لبادہ اور برساتی تھی اور اپنے گھوڑے کی دم بھی باندھ رکھی تھی جسے دیکھ کر لوگ ہنس رہے  
تھے آپ نے فرمایا: **اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ** ۵  
(سورہ ہود آیت ۸)

ترجمہ: ”پیشک اُن کے طے شدہ وعدہ (عذاب) کا وقت صبح (سورے) ہے۔ کیا صبح کا وقت  
قریب نہیں ہے؟“

جب سب لوگ صحرائیں پہنچے اور شہر کی حدود سے نکل گئے تو ایک طرف سے  
بارل اٹھا اور دوسری طرف گنگھو رکھنا چھائی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، سواروں کے پاؤں  
گھٹنوں تک زمین میں دھنسنے لگے، گھوڑوں کی حرکت کی وجہ سے اُن کے سوار کچھ نہیں لت پت  
ہو گئے تو سب لوگ بڑے جالوں والے ہوئے مگر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو کوئی زحمت نہ  
اٹھانی پڑی۔

میں نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس راز سے قبل از وقت آگاہ فرما دیا تھا، یقیناً آپ  
ہی اللہ کی طرف سے ہم سب پر رحمت ہیں۔

اس کے بعد آپ ایک سائبان میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ برساتی آواز کر تین تہہ کر کے زین  
پر رکھ کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اگر یہ جلال جالور کے چڑے کی بنی ہوئی ہو تو نماز اس میں جائز ہے اور اگر حرام جالور کے  
چڑے کی بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

میں نے عرض کیا، آپ نے سچ فرمایا۔  
پھر میں آپ کے فغزل و شرف کا قائل ہو کر آپ کے دامن سے والبتہ ہو گیا۔

۳۰ = علم منایا

خیران اسباطی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت  
امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔  
آپ نے پوچھا، واقعہ کیسا ہے؟  
میں نے کہا، ٹھیک ہے۔

آپ نے فرمایا، جعفر کا کیا حال ہے؟  
میں نے عرض کیا، جب میں چلا تھا تو وہ قید خانے میں بڑے حال میں تھے۔  
آپ نے دریافت فرمایا، اور ابن زنیات کس حال میں ہے؟  
میں نے عرض کیا، وہ بھی اپنے کام دھام میں لگا ہوا ہے۔ میں دس دن پہلے  
سے چلا تھا۔

آپ نے فرمایا، اچھا سنو، واثن مرگیا ہے اور اس کی جگہ متوکل جعفر بیٹھ گیا  
اور ابن زنیات قتل ہو چکا ہے۔

میں نے عرض کیا، یہ سب کب ہو گیا؟  
آپ نے فرمایا، تمہارے وہاں سے چلنے کے چھ روز بعد۔  
پھر ان سب باتوں کی تصدیق ہو گئی، جو آپ نے فرمائی تھیں۔

(ارشاد صفحہ ۲۰۹۔ مناقب جلد ۲، صفحہ ۱۰۱، کافی جلد ۱ صفحہ ۲۹۸)

علی بن جعفر سے روایت ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالمحسن  
علیہ السلام سے پوچھا ہم میں سب سے زیادہ دین سے محبت کرنے والا کون ہے؟  
آپ نے ارشاد فرمایا، جو اپنے امام سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہو۔

یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں آگے بڑھ کر آپ نے فرمایا:  
”اے علی، سنو، متوکل مرینہ کے درمیان ایک مکان کی تعمیر کر رہا ہے، مگر وہ  
کو مکمل نہ کر سکے گا، اور دورانِ تعمیر ترکی کے ایک فرعون کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا۔“

۲۱ = زیرِ مصلحتے جوابِ مسئلہ

محمد بن فرج سے روایت ہے ان کا بیان  
کہ حضرت علی بن محمد علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب کبھی تم کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو  
ایک کاغذ پر لکھو اور اس کو اپنے مصلحتے کے نیچے رکھ دو کچھ دن بعد اس کا اٹھاؤ اور دیکھو، تمہارے  
سوال کا جواب مل جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسئلے کا جواب لکھا ہوا پایا؛  
(الخزائج والبرائج)

ابو یعقوب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابوالمحسن امام علی بنقی علیہ السلام کو  
پوچھا کہ اگر میں کوئی مسئلہ پوچھوں تو کس طرح سے پوچھوں؟  
آپ نے فرمایا، تمہارے ہاتھ میں لکھنا چاہتا ہوں، لیکن آپ آگے نہ بڑھو،

ابن خضیب نے اصرار کیا۔

آپ نے فرمایا، نہیں تم مقدم ہو۔  
اس بات کو کہے ہوئے ابھی چارون ہوتے تھے کہ اس کے پاؤں میں رسی پڑ گئی اور  
وہ قتل کر دیا گیا۔ (اعلام الوری صفحہ ۲۲۳)

اس سے قبل ابن خضیب نے حضرت ابوالمحسن علیہ السلام پر بڑا دباؤ ڈالا تھا کہ جس گھر  
میں آپ رہتے ہیں وہ مجھے دیدیں اور آپ وہاں سے کہیں اور منتقل ہو جائیں۔  
حضرت ابوالمحسن علی بنقی علیہ السلام نے فرمایا، اچھا اس گھر کے ساتھ اللہ تجھے ایسا  
بھائے گا کہ اٹھ دیکھے گا۔

چنانچہ ان ہی آیام میں اللہ نے اس کی ایسی گرفت کی کہ وہ قتل ہو گیا۔  
(مختار الخزائج والبرائج صفحہ ۲۳۸)

اعلام الوری اور کتاب الارشاد میں بھی ابی یعقوب سے اسی قسم کی روایت ہے۔  
(اعلام الوری صفحہ ۲۴۲، الارشاد صفحہ ۳۱۱)

۲۲ = دعائے قبول حاجات

منصوری نے اپنے باپ کے چچا سے روایت  
کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک دن میں امام علی بنقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور  
عرض کیا، مولانا، اس شخص نے مجھے بالکل مجبور کر دیا ہے، روزی کے سارے ذرائع منقطع کر دیے ہیں  
اور یہ سب آپ کے دامن سے متمسک ہونے کی وجہ سے ہے۔

آپ نے فرمایا، فکر نہ کرو، انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔  
یہ تو دن کا واقعہ تھا، لیکن جب شب نمودار ہو کر پھیل گئی تو متوکل کے فرستادہ نے  
میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور اس کے پیچھے دوسرا فرستادہ بھی آ پہنچا، میں باہر نکلا تو دیکھا  
کہ ترخ بن خاقان دروازے پر کھڑا ہے۔

اس نے کہا کہ اس رات کی تاریکی میں تمہارے گھر گھسی نہ آتا مگر اس شخص نے تاکید  
کی کہ ابھی جاؤ اور اسے نلاؤ۔

میں گیا تو دیکھا کہ متوکل اپنے لیٹر پر دروازے پر  
اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا، اے ابو موسیٰ! ہمیں تمہارا خیال ہی نہ رہا، بالکل ہی ذہن سے  
کو ہو گئے، یہ جاؤ کہ ہمارے ذمہ تمہارا کیا ہائی ہے؟

میں نے کہا، فلاں اُجرت اور فلاں روزیہ فلاں چیز اور فلاں چیز وغیرہ وغیرہ میں نے سب بیان کر دیا۔

اُس نے حکم دیا کہ ابھی ابھی اس کو سب کچھ جو ہم پر واجب الادا ہے دیدیا جائے، بلکہ اُجرت وغیرہ سے دوگنا دیا جائے۔

میں نے فتح سے پوچھا، آخر کیا بات ہے اس قدر کم گسٹری اور ہربانی میوں ہو رہی کیا حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے اگر سفارش فرمائی ہے؟ اُس نے کہا، نہیں۔

میں نے پوچھا، کیا اُن کا کوئی خط آیا تھا۔؟ اُس نے کہا، نہیں۔

اب جب میں وہاں سے چلا تو فتح میرے پیچھے پیچھے آیا اور لولا مجھے یقین ہے کہ تم نے اُن سے دعا کی درخواست کی ہوگی جس کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا اب تم میرے لیے بھی اُن سے دعا کے لیے کہہ دو۔

پھر میں خوشی خوشی حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا، کیوں ابو موسیٰ اب تو خوش ہو؟

میں نے عرض کیا، آقا یہ آپ ہی کی برکت ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے میری سفارش فرمائی یا کوئی خط وغیرہ اُس کے پاس بھیجا جس کی بنا پر وہ اس قدر جہاں ہو گیا۔

آپ نے فرمایا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم اپنی تمام تر مہمت میں بس اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں اور اُس ہی پر بھروسہ کرتے ہیں جب بھی کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو وہ اسے قبول فرماتا اور جب کسی مہیبت کو دور کرنے کے لیے عرض پرداز ہوتے ہیں تو وہ اُس کو ٹال دیتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ فتح نے مجھ سے اپنی سفارش کے لیے درخواست کی ہے کہ آپ دعا فرمادیں تاکہ مشکل حل ہو جائے۔

آپ نے فرمایا، تم اُسے نہیں جانتے، وہ بظاہر ہمارا دوست دار و مستدار بنتا ہے مگر باطنی طور وہ ہم سے کنارہ کش رہتا ہے۔ دعا اُس کے لیے کی جاتی ہے جو اللہ کی اطاعت میں خلص ہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم اہل بیت کے حق کا اعتراف کرتا ہو۔ دیکھو، میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے وہ دعا قبول فرمائی۔

میں نے عرض کیا، مولا، آپ اُن دعاؤں میں سے جو آپ کی مخصوص دعا ہے مجھے تعبیر فرمادیں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ دعا میں اکثر بوقت حاجات پڑھا کرتا ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی ہے کہ میرے بعد اگر کوئی مرد مومن اس دعا کو میری قبر پر آ کر پڑھے تو وہ اپنے مقصد میں ناکام و نامراد واپس نہ ہو۔ وہ دعا یہ ہے:

يَا عَدَدِي عِنْدَ الْعَدَدِ وَيَا سَرَّجَانِي وَالْمُعْتَدِ وَيَا كَهْفِي وَ  
السَّنَدِ وَيَا وَاحِدُ يَا أَحَدُ يَا فُلَّ هُوَ اللَّهُ أَحَدُ أَسْأَلُكَ  
اللَّهُمَّ بِحَقِّ مَنْ خَلَقْتَهُ مِنْ خَلْقِكَ وَلَمْ تَجْعَلْ فِي خَلْقِكَ  
مِثْلَهُمْ أَحَدٌ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِمْ وَتَفْضَلَ لِي كَيْتُ وَكَيْتُ

۳۳ استجابت دعا

ابوالہاشم جعفری نے جو آپ کے پیر بزرگوار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور آپ جید نامدار حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے بعد آپ کی امامت کے قائل تھے، ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا، مولا، جب آپ سے رخصت ہو کر بغداد جاتا ہوں تو شوق زیارت بیدستانا ہے۔ آپ میرے لیے دعا فرمائیں، اس لیے کہ کبھی کبھی اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ کشتی سے سفر کروں اور مولائے اس خیمے کے میرے پاس کوئی اور سواری نہیں ہے، یہ سید کزور ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کی زیارت کی قوت عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا، ابوالہاشم، اللہ تمہیں بھی قوت عطا فرمائے اور تمہارے خیمے کو بھی قوت و طاقت عطا فرمائے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ابوالہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھ کر اپنے خیمے پر سوار ہو کر چلے تو دو پہر تک سرمن رائے (عسکر) پہنچ جاتے، اور پھر اگر چاہتے تو اسی روز آپ کی زیارت کر کے سرمن رائے سے بغداد واپس آ جاتے تھے۔ یہ بھی آپ کی امامت کی دلیل ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ ثبوت ہیں۔ (مختار الخراج و البورج ص ۲۷)

- اعلام الوری میں ابوالہاشم سے اسی کے مثل روایت ہے (اعلام الوری ص ۲۴۲)
- مناقب میں بھی صالحی سے اسی کے مثل روایت ہے۔ (مناقب جلد ۴ ص ۲۰۹)
- یوسف بن سحر کا بیان ہے کہ علی بن جعفر، بغداد کے آس پاس کے ایک قریہ ہمینا کے رہنے والے اور حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے وکیل تھے کسی نے متوکل سے ان کی چغلی لگائی اور اس نے ان کو قید میں ڈال دیا اور بہانہ یہ نکالا کہ یہ عبدالرحمن بن خاقان کی طرف سے تین ہزار دینار کا ہامن بنا تھا۔ جب قید کی مدت طویل ہو گئی تو عبید اللہ نے اس کے متعلق متوکل سے

اس نے کہا، اے عبد اللہ! اگر تم مجھے پہلے سے کوئی شک ہوتا تو آج یقین کر لیتا کہ تم رافضی ہو تمہیں معلوم نہیں، یہ فلاں کا وکیل ہے میں تو اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔  
 راوی کا بیان ہے کہ یہ خبر علی بن جعفر کو ملی، اُس نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کو خط لکھا کہ: میرے آقا و سردار! خدا کے لیے میرے متعلق دعا کیجیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں شک و ریب میں مبتلا ہو جاؤں۔  
 آپ نے ایک پیچھے میں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ تم ایسی منزل پر پہنچ گئے ہو جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ اچھا میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔  
 یہ شب جمعہ کا واقعہ ہے، صبح ہوئی تو متوکل کو بخدا آگیا اور ایسا بڑھا کہ اس کی شہادت سے چیخے چلنے لگا۔

اُس نے حکم دیا کہ رہائی کے لیے قیدیوں کے نام ہمارے سامنے پیش کیے جائیں۔  
 ضمناً علی بن جعفر کا بھی ذکر کیا اور عبد اللہ سے کہا کہ تم نے اس کا نام میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا۔  
 عبد اللہ نے کہا، اب ایسی بات تو تابدینہ کروں گا۔  
 متوکل نے کہا، نہیں، اس کو فوراً رہا کرو اور اس سے کہو کہ وہ مجھے معاف کر دے۔  
 پھر علی بن جعفر امام ابوالحسن علیہ السلام کے حکم سے مکہ چلا گیا اور وہاں کا چھوٹا ہو گیا۔ ادھر متوکل اچھا ہو گیا۔ (رجال کشی ص ۵۵)

• علی بن جعفر کا بیان ہے کہ جب میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش ہوا تو اُس نے عبد اللہ بن یحییٰ بن خاقان کی طرف رُخ کیا اور بولا:  
 دیکھو! تم اپنا دل ایسی باتوں میں نہ الجھاؤ، تمہارے چچا نے خود مجھے بتایا ہے کہ یہ شخص رافضی اور علی بن محمد کا وکیل ہے۔  
 پھر اُس نے تم کھائی کہ اب تو مرنے کے بعد ہی قید خانے سے نکالوں گا۔  
 جب میں نے یہ سنا تو اپنے آقا کو خط لکھا کہ میں بہت دل تنگ ہو چکا ہوں اور ڈر ہے کہ کہیں میرے دل میں کجی پیدا نہ ہو جائے۔  
 آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا: اچھا اگر تم اس منزل کو پہنچ گئے ہو تو میں اللہ سے تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔  
 پھر اگلے جمعہ بھی نہیں آنے پایا تھا کہ میں قید سے رہا ہو گیا۔ (رجال کشی ص ۵۵)  
 اللہ بہترین کفایت کرنے والا ہے، دشمن ذلیل ہو گیا اور بڑی طرح مراد دنیا و آخرت اس کی خراب ہوئی۔

علی بن محمد جمال کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں خط ارسال کیا کہ جس وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، میرے پاؤں میں ایسی تکلیف ہوتی کہ اب تک رفع نہ ہو سکی اور فی الحال چلنے پھرنے سے بھی عاری ہوں، کھڑا ہونا بھی دشوار ہے، اگر مناسب ہو تو میرے لیے دعا بصحت فرمائیں۔ تاکہ میں اپنے فرائض ادا کر سکوں اور وہ تقصیریں جو مجھ سے دانستہ یا نادانستہ طور پر سرزد ہوئی ہیں ان کی تلافی ہو سکے اور دعا فرمائیں کہ میں اپنے موجودہ دین پر ثابت قدم رہوں جسے اللہ نے اپنے رسول کے لیے منتخب فرمایا ہے۔  
 آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، اللہ نے تیری اور تیرے باپ دونوں کی تکلیف دور کر دی۔“

اُس وقت میرے والد بھی بیمار تھے مگر میں نے ان کی بیماری کے لیے اپنے خط میں لکھ نہ لکھا تھا تاہم آپ نے ان دونوں کے لیے بھی دعا فرمادی۔ (کشف الغتہ ص ۲۵)

۲۳) = آپ کی سخاوت

ایک مرتبہ ابو عمرو بن عثمان بن سعید و احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر سہرانی، حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

احمد بن اسحاق نے عرض کیا کہ میں سید مقروض ہو گیا ہوں۔  
 آپ نے اپنے وکیل ابو عمرو بن عثمان سے فرمایا: تیس ہزار درہم ان کو دے دو۔  
 تیس ہزار درہم علی بن جعفر کو دے دو اور تیس ہزار درہم تم خود لے لو۔  
 واقعاً اس قسم کی سخاوت کرتے ہوئے کس زمانہ میں کسی کو نہیں دیکھا گیا۔ (منقب جلد ۳ ص ۵۷)

۲۵) = اخیائے موتی

عیون المعجزات میں ہاشم بن زید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ کے پاس گونگے لائے جاتے اور صحتیاب ہو کر واپس جاتے، آپ مٹی سے چڑیوں کی شکل کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مارتے، وہ چڑیاں جاندار بن کر اڑ جایا کرتی تھیں۔  
 میں نے کہا، آپ میں اور حضرت مسیحی علیہ السلام میں تو کوئی فرق ہی نہیں۔  
 آپ نے فرمایا، فرق کیسے ہوگا، میں ان میں سے ہوں اور وہ ہم میں سے ہیں۔



محمد بن سنان راہزی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو الحسن اسامہ علی انقی عیسیٰ سلام حج پر تشریف لے گئے۔ جب مدینہ واپس ہونے لگے تو دیکھا کہ ایک مرد خراسانی اپنے مرے ہوئے گدھے کے پاس کھڑا ہوا اور رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ہلے اب میں اپنا سامان کس پر بار کروں گا۔  
آپ اُدھر سے گزر رہے تھے تو کسی نے کہا کہ یہ مرد خراسانی آپ اہل بیت کے دوستداروں میں سے ہے۔

یہ سن کر آپ اُس مردہ گدھے کے قریب گئے اور فرمایا: 'بنی اسرائیل کی گائے ابراہیم کے نزدیک مجھ سے زیادہ محترم تو نہ تھی کہ اس کے بعض عضو سے میت کو جس کی کیا گیا وہ شخص زندہ ہو گیا۔

پھر آپ نے اپنے دلہنے پاؤں سے غلو کر ماری اور فرمایا 'تم بلاؤن اللہ را اللہ کی اجازت سے کھڑا ہوں۔

شوکر لگتے ہی اس مردہ گدھے میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر مرد خراسانی نے اس پر اپنا سامان بار کیا۔ جب آپ مریت تشریف لائے تو جس رستے سے گزرتے لوگ اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے کہتے: انھوں نے خراسانی کے گدھے کو زندہ کیا تھا۔

(۲۶) سال کے چار دن جن میں روز رکھے جائیں

اسحاق بن عبداللہ علوی عیسیٰ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ میرے والد اور چچا کے درمیان اس امر میں اختلاف تھا کہ سال میں وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جائیں۔ یہ دونوں اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے حضرت ابو الحسن امام علی بن محمد عیسیٰ سلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت سرمن رائے جانے سے پہلے مقام ہریا میں مقیم تھے۔

آپ نے دیکھتے ہی فرمایا، تم دونوں یہ پوچھتے آئے ہو کہ سال کے اندہ وہ کون سے چار دن ہیں جن میں روزے رکھے جاتے ہیں۔ دونوں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: سنو! وہ چار دن یہ ہیں۔ ۱۷ ربیع الاول تاریخ ولادت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲۷ رجب، ۱۰ ذی الحجۃ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) ۲۵ رذی القعدہ جس میں زمین بھجائی گئی (۲) ۱۸ رذی ذالحجہ، یوم غدیر خم جس دن حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کا اعلان کیا گیا۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۴)

(۲۷) ایک مومن کے قرض کی ادائیگی

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام علی انقی عیسیٰ سلام بیرون سرمن رائے کسی کام سے تشریف لے گئے۔ ادھر ایک اعرابی آپ کو ڈھونڈتا ہوا بیت الشرف جا پہنچا۔

لوگوں نے اُسے بتایا کہ آپ فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔ وہ اعرابی وہاں پہنچا گیا۔

آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اُس نے عرض کیا، میں کوفہ کا باشندہ ہوں اور آپ کے جد جناب امیر المومنین عیسیٰ سلام کے دامن سے متمسک ہوں، مجھ پر کافی قرض واجب الادا ہے اور آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کے پاس اپنی حاجت لیس کر جاؤں۔

آپ نے فرمایا، فکر نہ کرو، اور آج یہیں قیام کرو۔ دوسرے دن جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی انقی عیسیٰ سلام نے اس سے فرمایا

میری تجھ سے ایک درخواست ہے کہ جیسے میں کہوں ولے ہی کرنا۔ اس نے کہا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے حکم کی مخالفت نہ کروں گا۔

آپ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک دستاویز لکھ کر دی اور اراد کیا کہ مجھ پر اس اعرابی کی اتنی رقم واجب الادا ہے۔

اس دستاویز کو دیکر اُس اعرابی سے فرمایا، اسے لے لو اور جب میں سرمن رائے میں واپس پہنچوں تو میرے پاس آنا، وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں گے، تم ان ہی کے سامنے اس مطلوبہ دستاویز رقم کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور شد یہ تقاضا کرنا اور صہلت دینے سے بھی انکار کرنا۔ اور دیکھو! خدا کے لیے اس کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔

اُس نے کہا، بہتر ہے میں ایسا ہی کروں گا! پھر دستاویز لیس کر چلا گیا۔

جب امام علی انقی عیسیٰ سلام سرمن رائے پہنچے اُس وقت جبکہ آپ کے پاس خلیفہ وقت کے اصحاب اور دیگر لوگ بھی جمع تھے، وہ شخص آیا۔ اُس نے دستاویز نکالی اور اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

پاس بیٹھا تھا، میں نے طبیب سے کہا "آب گرفت"۔  
یہ سن کر آپ مسکرائے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا، کیا تمہارا خیال ہے  
کہ میں فارسی نہیں جانتا؟

طیب نے عرض کیا، کیا آپ بھی فارسی جانتے ہیں؟  
آپ نے فرمایا، ہاں میں بہت اچھی فارسی جانتا ہوں۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے  
کہ "دلوں میں پانی بھرا ہے"۔

ابو ہاشم سے روایت ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی کے  
پس پشت ایک غلام کھڑا تھا:

آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس غلام سے فارسی زبان میں گفتگو کرو۔  
میں نے اُس سے کہا "نام تو چیست"؟  
غلام نے کوئی جواب نہ دیا، اور خاموش رہا۔  
آپ نے اُس سے عربی زبان میں فرمایا، یہ تمہارا نام پوچھ رہے ہیں۔

(بصائر الدرجات ص ۳۳۸)

ابراہیم بن ہزیرا کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے  
علی بن ہزیرا کو خط لکھا اور اس میں ہدایت فرمائی کہ اُن کے لیے ایک مقدارِ ساعات رکھ کر  
بتا دی جائے۔

گھڑی تیار کر کے ہم آپ کی خدمت میں اس کو لیکر روانہ ہوئے۔ جب مقام ستیاریہ  
پہنچے تو علی بن ہزیرا نے آپ کو اپنی آمد کی اطلاع پہنچادی اور باریابی کی اجازت چاہی  
آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم لوگ بعد ظہر حاضر ہو جانا۔

لہذا ہم سب لوگ بعد ظہر وہاں پہنچ گئے۔ شدید گرمی کا دن تھا، ہمارے  
ساتھ علی بن ہزیرا کا غلام مسرور بھی تھا۔ آپ کے مکان کے قریب آپ کا غلام بلال ہمارے انتظار  
میں کھڑا تھا۔

اُس نے کہا آپ لوگ اندر آجائیں۔

ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ گرمی کی وجہ سے پیاس بڑی شدید محسوس ہو رہی تھی۔  
ابھی ہم ذرا دیر بیٹھے ہی تھے کہ ایک غلام پانی کے چند کوزے لے کر آیا۔ پانی بچہ شیریں اور ٹھنڈا تھا  
ہم نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد آپ نے علی بن ہزیرا کو بلایا اور اس کے ساتھ عصر کے بعد تک  
مسرور گفتگو رہے۔ پھر مجھے بلایا، میں نے پہنچ کر سلام عرض کیا، اور دست بوسی کی اجازت چاہی

آپ نے ہاتھ بڑھایا، میں نے ہاتھ کے پوسے لیے۔ آپ نے مجھے دعا دی۔ تھوڑی دیر بیٹھا، پھر  
اُٹھ کر آپ سے رخصت ہوا۔ جب میں دروازے سے باہر نکلا تو آپ نے مجھے آواز دی اور فرمایا:  
لے ابراہیم!

میں نے عرض کیا، لٹیک یا سیدی!

آپ نے فرمایا، ابھی نہ جاؤ۔

میں واپس آ کر بیٹھ گیا مسرور غلام بھی ہمارے ساتھ تھا۔

آپ نے فرمایا، اس مقدارِ ساعات (گھڑی) کو نصب تو کرو۔

پھر آپ وہاں سے باہر تشریف لائے، آپ کے لیے ایک کرسی بچھادی گئی، آپ اُس پر  
تشریف فرما ہو گئے۔ آپ کے بائیں جانب ایک اور کرسی رکھ دی گئی، اُس پر علی بن ہزیرا بیٹھ گئے  
میں مقدارِ ساعات کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں مقدارِ ساعات سے ایک کٹکری گری۔

مسرور نے کہا، ہشت۔

آپ نے فرمایا، ہشت یعنی ثمانیہ (آٹھ ساعت)

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

ہم سب شام تک وہاں رہے۔ چلنے وقت آپ نے علی بن ہزیرا سے فرمایا: کل  
مسرور کو میرے پاس بھیج دینا۔

دوسرے دن جب مسرور آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اُس سے فرمایا:

"بار خدا چوں"

اُس نے جواب میں عرض کیا "نیک"

اس کے بعد جب نصر دھر سے گذرا تو آپ نے فرمایا: "در بند، در بند"

دروازہ بند کر دیا گیا اور نصر سے پوشیدہ رکھنے کے لیے مجھ کو چادر اڑھادی

پھر ہزیرا آیا تو پوچھا، کیا یہ چادر نصر کے خوف سے ڈال دی گئی تھی۔

اُس نے کہا، جی ہاں، میں اس سے تقریباً اتنا ہی ڈرتا ہوں جتنا عمر بن قریح سے۔

(بصائر الدرجات ص ۲۳۷)

(۳۱) = سقلائی زبان میں مسلسل گفتگو

علی بن ہزیرا کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ میں نے آپ کے پاس اپنے ایک سقلائی غلام کو بھیجا:

جب وہ واپس آیا تو بڑا حیرت زدہ سا تھا، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟

۱۶۲  
آپ نے غلام سے کاغذ اور دو ات طلب فرمایا۔

وہ غلام کاغذ اور دو ات لانے کے لیے گیا۔

اسی دوران آپ کے گھوڑے نے ہنہانا اور دم ہلانا شروع کیا۔

آپ نے اس سے فارسی زبان میں گفتگو شروع کی اور فرمایا کیوں پریشان ہو۔

وہ دوبارہ ہنہنایا۔

آپ نے اُسے ہاتھ سے تھمتھپایا اور فارسی زبان میں فرمایا، 'لجام چھڑائے باغ کے

ایک گوشے میں جا۔ اور وہ اپنی ضروریات (پیشاب اور لید) سے فارغ ہو کر آ جا اور اسی وقت

پراگھڑا ہو جانا۔

گھوڑے نے اپنا سر اٹھایا، لگام چھڑائی اور باغ کے ایک گوشے میں خیمے کی پشت

کی طرف ایسی جگہ چلا گیا کہ کسی کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ وہیں اُس نے پیشاب اور لید کیا، پھر اپنے ہاتھ

پر واپس آ کر کھڑا ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھ کر خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل پر کیا اثر ہوا، دل میں شیطان نے

دوسرے ڈالا۔

آپ نے فرمایا، اے احمد! اللہ تعالیٰ نے محمد و آل محمد اور داؤد اور آل داؤد

جو کچھ فعل فرمایا ہے اس کے پیش نظر جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو بڑی بات نہ سمجھو۔

میں نے عرض کیا، فرزند رسول! آپ نے سچ فرمایا، مگر یہ بتائیے کہ اس نے

آپ سے کیا کہا تھا، اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا۔؟

آپ نے فرمایا، گھوڑے نے مجھ سے کہا، آقا! اٹھیے اور سوار ہو کر گھر چلے جائیں

میں فارغ ہو جاؤں۔

میں نے پوچھا، مگر تم کو اس قدر عجلت اور پریشانی کیوں درپیش ہے؟

اس نے کہا، 'میں تھک گیا ہوں۔

میں نے کہا کہ یہاں پر مجھے ایک کام ہے یعنی مہینہ ایک خط لکھ کر بھیجنا ہے اس سے

فارغ ہو کر چلے گا۔

اس نے کہا، 'مگر مجھے پیشاب وغیرہ کی حاجت درپیش ہے اور آپ کے سامنے

کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

میں نے کہا، 'اچھا، اس باغ کے ایک گوشے میں جا کر فارغ ہو جاؤ۔

پھر اس نے وہ کیا جو تم نے دیکھا۔

۱۶۳  
اتنے میں وہ غلام دو ات اور کاغذ لیکر آ گیا، مگر آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ آپ نے

کاغذ اپنے سامنے رکھ کر لکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اندھرا چھا گیا، اتنا کہ خط نظر نہ آتا تھا۔ مجھے خیال

ہوا کہ جس طرح مجھے نظر نہیں آتا، آپ کو بھی نظر نہ آتا ہوگا۔ اس لیے میں نے غلام سے کہا کہ اندر سے کوئی

شمع وغیرہ لے آؤ تاکہ تمہارے آقا کو کچھ نظر نہ آئے کہ کیا لکھ رہے ہیں۔

غلام چلا، تو آپ نے فرمایا، 'نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

چنانچہ اسی تاریکی میں آپ نے ایک طویل خط لکھا۔ سرفی شفق بھی غائب ہو چکی تھی۔ آپ

نے خط تمام کر کے اپنی ٹہر لگائی اور میرے محلے گیا۔ میں چلنے کو تیار ہوا، تو جی میں آیا کہ جاتے سے پہلے

اسی خیمے میں نماز بھی پڑھ لوں، پھر مہینہ جاؤں۔

آپ نے فرمایا، اے احمد! تم مغرب و عشاء کی نماز مسجد رسول میں پڑھنا اور مکتوب الیہ

کو وہیں رکھنا رسول میں تلاش کرنا۔ وہ انشاء اللہ وہیں ملے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں خط لیکر وہاں سے جلدی جلدی چلا، مسجد رسول میں آیا

تو عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ میں نے پہلے مغرب کی، پھر عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ کے ارشاد کے مطابق

مکتوب الیہ کو تلاش کیا، وہ واقعاً وہیں ملا۔ میں نے آپ کا خط اس کو دیا۔ اس نے پڑھنے کے لیے

کھولا تو روشنی کم تھی، اس سے پڑھنا نہ گیا۔ میں نے وہ خط اُس سے لیکر مسجد کے چراغ کی روشنی میں

پڑھ کر سنا دیا۔ میں نے دیکھا کہ تسمیر کے حروف آپس میں ملے ہوئے تھے۔

خط سننے کے بعد اُس شخص نے کہا، 'میں کل اس کا جواب لکھ دوں گا، اگر لے لینا۔

دوسرے دن میں نے جا کر خط کا جواب لیا اور پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے

خدمت میں لیکر حاضر ہوا۔

آپ نے دریافت فرمایا، وہ شخص جہاں میں نے کہا تھا، وہیں ملا تھا؟

میں نے عرض کیا، جی ہاں۔

آپ نے فرمایا، بہت خوب۔

### ۳۳ = پرندوں کی نظر میں احترام امام

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ:

متوکل کی ایک جاویدار نشست گاہ تھی جس میں دھوپ چھین چھین کر اندر آتی تھی۔ وہاں اس نے بہت

سی چڑیاں پال رکھی تھیں جو ہر وقت چھپاتی رہتی تھیں۔ سلامتی کے دن جب وہ وہاں بیٹھتا تو ان

کی چہرہ ہٹ میں پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہتا ہے اور لوگ اُس سے کیا کہتے ہیں۔ مگر جب حضرت امام علیؑ آتی،

### (۳۶) متوکل نے امام کی زیارت پر پابندی لگا دی لیکن؟

الواقعا سم بن قاسم نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ متوکل کا حکم تھا کہ کوئی شخص مجھ سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے گھر نہ جائے۔

ایک دن حضرت امام علی نقی علیہ السلام متوکل کے گھر تشریف لائے جس نے دیکھا کہ شیعوں کی ایک جماعت مکان کی دیوار کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہے۔

میں نے پوچھا کیا بات ہے، تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا، ہم اپنے مولا و آقا کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ آئیں تو آپ کو سلام کریں اور آپ کی زیارت کریں۔

میں نے پوچھا، اگر ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے؟

انہوں نے کہا، ہاں ہم سب ان کو پہچانتے ہیں۔

الغرض جب آپ تشریف لائے، تو یہ سب تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کو سلام کیا، آپ سواری سے اترے اور اپنے مکان میں داخل ہو گئے۔ وہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے کہا: ذرا ٹھہرو! مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ بتاؤ، تم نے اپنے مولا کو دیکھا یا؟ ان لوگوں نے کہا، ہاں۔

میں نے کہا، بتاؤ وہ کیسے ہیں؟

ایک نے کہا، بوڑھے ہیں سر کے بال بھی سفید ہو گئے ہیں مگر چہرہ سرخی مائل ہے۔

دوسرے نے کہا، جوڑ نڈبولا، چہرہ گندی ہے، ریش مبارک سیاہ ہے۔

تیسرے نے کہا، نہیں نہیں گورے رنگ کے ہیں مگر ذرا ڈھکا ہوا رنگ ہے۔

میں نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ ان کو پہچانتے ہو، اچھا اب جاؤ خدا حافظ۔

(الخروج والجرارح)

### (۳۷) اتہائے پریشانی میں اللہ پر (ایک نصرانی کا واقعہ)

بھروسہ کرنا ایمان کی نشانی ہے

ہبتہ اللہ بن ابی منصور مروسی سے روایت ہے۔

اُس کا بیان ہے کہ دیار رومیہ کا ایک نصرانی کاتب تھا جو فلسطین کے ایک گاؤں کفر توناکا کا رہنے والا تھا اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا۔ اس کی اور میرے والد کی بڑی دوستی تھی۔ ایک مرتبہ وہ

تشریف لائے تو چڑیاں باکل خاموش ہو جاتی تھیں اور جب تک آپ وہاں موجود رہتے کسی چڑیا کی بھی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ آپ کے جانے کے بعد چڑیاں پھر لوٹنے لگتی تھیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اس کی دیواروں میں بہت سے کبوتر بھیڑے ہوئے تھے۔ جب یہ وہاں آکر بیٹھتا تو وہ کبوتر چھوڑے جاتے اور اوپر اڑ کر ایک دوسرے سے لڑتے اور متوکل انہیں دیکھ کر بہت سا اور غصہ ہوتا مگر جب حضرت امام علی نقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سارے کبوتر دیوار پر اپنی اپنی جگہوں میں چھپ کر بیٹھ جاتے اور جب تک آپ وہاں سے واپس نہ ہوتے وہ وہیں بیٹھے رہتے۔ آپ کے جانے کے بعد پھر اڑ کر آپس میں جنگ کرتے لگتے۔

(مختار الخراج والجرارح ص ۲۲)

### (۳۵) امام کی فوج اور اس کی شان

روایت کی گئی ہے کہ متوکل یاد آتی یا حضرت بنی عباس میں سے کسی نے سرمن رائے کی فوج کو حکم دیا، جو تیرے ہزار ترک سواروں پر مشتمل تھی کہ اپنے گھوڑوں کے چارہ کھانے کے توڑے میں سرخ مٹی بھر کر لائے اور اسے فلاں مقام پر ڈالو۔ سب نے ایسا ہی کیا جس سے وہاں ایک بڑا مٹی کا پہاڑ بن گیا اور اس کا نام تلہ محال پڑ گیا۔ (تو بڑوں کا پہاڑ) پھر وہ اس کے اوپر چڑھا اور حضرت ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام کو بلا کر آگے بھی اس ٹیلے پر بٹھالیا اور بولا:

میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے تاکہ میری فوج کو ایک نظر دیکھ لو کہ کتنی ہے، کیا کیا اس میں ہیں، کیا کیا ان کے سامان ہیں، کیا شان و شوکت و رعب و ہیبت ہے۔

اُس کا مقصد یہ تھا کہ اُس کے خلافت میں کسی کے بھی خروج کا ارادہ ہو دل لوٹ جائے بہت پرست ہو جائے خصوصاً اُس کو اس کا خوف تھا کہ کہیں حضرت ابوالحسن علیہ السلام اپنے کسوی خانہ ان کے شخص کو حکم نہ دیں کہ خلیفہ وقت کے خلافت خروج کرو۔

حضرت امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام نے فرمایا، تو نے اپنی فوج اور اس کی شان و شوکت تو دکھا دی، اب میری فوج اور اُس کی شان و شوکت بھی دیکھو گا؟ اُس نے کہا، جی ہاں دکھائیں۔

آپ نے اللہ سے دعا کی اور اُس نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک اور مشرق سے مغرب تک فرشتوں کی فوج ہے جو ہر طرح کے سلحوں سے آراستہ ہیں۔

یہ دیکھ کر خلیفہ کو غش آگیا۔ جب غش سے آفاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا، اطمینان رکھو یہاں تمہارا جھگڑا اور مناقشہ دنیا میں نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ہم آخرت کے کاموں میں مشغول ہیں اور تمہارا خیال غلط ہے۔

آیا اور میرے والد کے وہاں قیام کیا۔

والد نے پوچھا کیا بات ہے، اس وقت کیسے آنا ہوا۔

اس نے کہا، میں متوکل کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے طلب کیا گیا ہوں معلوم نہیں کیا معاملہ ہے، میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا، میں نے اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھ میں دینا پر فرحت کیا ہے اور وہ رقم علی بن محمد بن رضا کے لیے میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

میرے والد نے کہا، اللہ تجھے اور توفیق دے۔

اس کے بعد وہ متوکل کے دربار میں گیا اور چند دنوں بعد واپس آیا، بہت خوش اور بہت مسرور تھا۔

میرے والد نے پوچھا، اپنا واقعہ تو بیان کرو۔

اس نے کہا، میں یہاں سے سرمن رائے گیا اور آبادی میں داخل ہونے اور کسی قیام کرنے سے پہلے میں نے دل میں کہا کہ متوکل کے دربار میں داخلے اور اس سے پہلے کہ کسی کو میرے آنے کی اطلاع ہو، میں یہ رقم حضرت علی بن محمد بن رضا کو پہنچا دوں۔ وہاں پہنچ کر یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے کہیں آنے جانے پر متوکل نے پابندی لگا دی ہے، وہ اپنے گھر میں نظر بند ہیں۔ مگر میں نے سوچا کہ یہ کیسے کروں۔ لوگ سوچیں گے کہ ایک مرد نصرانی، علی بن محمد بن رضا کا گھر کیوں دریافت کر رہا ہے تو اور زیادہ خطرے کی بات ہے۔

تھوڑی دیر میں سوچا رہا، پھر دل میں آیا کہ میں اپنے گدھے پر سوار ہو کر شہر میں چلوں جہاں یہ گدھا جائے اسے جانے دوں، شاید کہیں ابن محمد بن رضا (علی نقی علیہ السلام) کے گھر کا پتہ پتا جائے اور کسی سے پوچھنا نہ پڑے۔ یہ سوچ کر میں نے وہ دینار ایک پوٹلی میں رکھے اور اسے اپنی آستین میں ڈال لیا اور گدھے پر سوار ہو گیا۔ وہ گدھا بانٹاروں اور گلیوں کو چیرتا ہوا اپنی مرضی سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک گھر کے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کوشش کی کہ آگے بڑھے مگر ایک قدم آگے نہ بڑھایا۔ وہی جم کر کھڑا ہو گیا۔

میں نے اپنے غلام سے کہا کسی سے پوچھ کر یہ کس کا گھر ہے؟

اُس نے پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ علی بن محمد بن رضا کا گھر ہے۔

میں نے کہا، اللہ اکبر! بخدا، یہی دلیل کافی ہے۔

اتنے میں ایک حبشی غلام اندر سے نکلا اور بولا، کیا تم یوسف بن یعقوب ہو؟

میں نے غلام سے کہا، ہاں۔

اُس نے پھر کہا، اچھا تو اپنی سواری سے اترو۔

میں سواری سے اتر پڑا۔ اُس نے مجھے دہلیز پر بٹھا دیا۔ اور خود اندر چلا گیا۔ میں نے دل میں سوچا، یہ دوسری دلیل ہوتی ہے جب کہ میں اس شہر میں نہ کبھی آیا اور نہ کسی سے شناسائی، پھر اس غلام کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا۔

اتنے میں غلام دوبارہ باہر نکلا، اور بولا، ایک ہزار دینار جو ایک پوٹلی میں بندھے ہوئے تمہاری آستین میں ہیں، اسے نکال کر مجھے دو۔

میں نے فوراً نکال کر اسے دیدیے۔ اور دل میں کہا، یہ تیسری دلیل ہوئی۔

اس کے بعد غلام پھر آیا اور بولا، اندر آؤ۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت علی بن محمد بن رضا علیہ السلام تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا، اے یوسف! تم نے کیا طے کیا؟

میں نے کہا، مولانا! دیلیس تو کوئی ایک دیکھیں اور اسے سمجھنے کے لیے کافی بھی ہیں۔

آپ نے فرمایا، افسوس، تم اب تک اسلام نہیں لائے، خیر تو نہ ہی، تمہارا اطفال لڑکا غفر

اسلام لائے گا اور وہ میرے شیعوں میں سے ہوگا۔ اے یوسف! لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری شفاعت تم جیسے لوگوں کے لیے مفید نہ ہوگی۔ خدا کی قسم، وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، ہماری شفاعت تمہارے امثال کے لیے بھی مفید ہوگی۔ اس جس سے ملنے کے لیے تم ملانے گئے ہو، جاؤ اُس سے، انشاء اللہ تمہارا کام تمہارے حسب خواہش ہو جائے گا۔

پھر میں وہاں سے اُٹھ کر متوکل کی دیواری پر گیا، اور جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ کر واپس آیا۔

ہمتہ اللہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد، یعنی اس کی وفات کے بعد مجھ سے اس کے بیٹے

کی ملاقات ہوئی، بخدا وہ مسلمان تھا اور اچھے معیار کا شیعہ تھا، اُس نے مجھے بتایا کہ اُس کا باپ تو اپنے مذہب یعنی نصرانیت پر ہی مرا، مگر وہ اسلام لایا اور وہ برابر کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولانا کی بشارت ہوں۔

(مختار الخواجا و الجراح ص ۱۱۱)

۳۸ = رُعبِ امامت

محمد بن حسن بن اشتر علوی سے روایت ہے۔ اُس کا بیان ہے، کہ میں اپنے والد کے ساتھ دروازہ متوکل پر تھا، آپ اُس وقت تمام طالبیوں، عباسیوں اور فوجوں وغیرہ کے درمیان میں بیٹھے تھے اور یہ دستور تھا کہ جب حضرت امام ابو الحسن امام علی نقی علیہ السلام تشریف لاتے تو سب اپنی اپنی سواریوں سے اتر کر پاس پیادہ ہو جاتے تھے اور جب تک آپ اللہ تشریف نہ لیجاتے سب پاس پیادہ رہتے۔

ایک دفعہ اُن میں سے چند لوگوں نے آپ سے مشورہ کیا کہ ہم لوگ اس کم سن بچے کے لیے

کیوں پاپیادہ ہوں نہ اس میں ہم لوگوں سے زیادہ شرف ہے نہ یہ ہم سے بڑا ہے نہ ہم سے زیادہ اُس کا بس ہے نہ ہم سے زیادہ اس کا مسلم ہے۔ لہذا اب ہم لوگ اس کے لیے سواروں سے نہ اتریں گے۔

ابو ہاشم نے کہا، مگر خدا کی قسم تم لوگ ان کو دیکھو گے تو ضرور بالضرور سواروں سے اتر جاؤ گے۔

ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ آپ تشریف لائے اور آپ کو دیکھتے ہی تمام لوگ پاپیادہ ہو گئے۔

ابو ہاشم نے کہا، تم لوگ تو کہتے تھے کہ ہم سواروں سے نہ اتریں گے ؟ ان لوگوں نے جواب دیا، خدا کی قسم ہم لوگ اپنے قابو سے باہر ہو گئے اور سواروں سے اتر پڑے۔

(مناقب جلد ۳ صفحہ ۷۷)   
 • اعلام الوری میں بھی محمد بن حسن سے یہی روایت مرقوم ہے۔

۳۹ = میں امامت کا کیوں قائل ہوا ؟

ابوالعباس احمد بن نصر اور ابو محمد بن ملوہ وغیرہ کا بیان ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا جس کا نام عبدالرحمن تھا اور وہ تھا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ سبب کیا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں کو چھوڑ کر تم حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوئے۔ ؟

اُس نے جواب دیا کہ میں نے کچھ ایسی بات دیکھی جس سے اُن کی امامت کا قائل ہونا پھر اُس نے اپنا قصہ اس طرح شروع کیا۔

اُس نے کہا، سنو ! میں ایک مرد فقیر تھا، میرے پاس صرف زبان تھی اور جرات تھی۔ اہل اصفہان مجھے اور چند دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک بار دربارِ متوکل میں فریاد کرنے کے لیے گئے۔

ایک دن ہم لوگ بابِ متوکل پر تھے کہ حکم نکلا کہ علی بن محمد بن رضا کو حاضر کیا جائے میں نے اپنے قریب کسی سے پوچھا، یہ کون شخص ہے، جس کے حاضر کیے جانے کا حکم نکلا ہے۔

اُس نے کہا کہ یہ ایک مردِ مولیٰ ہے، رافضی اس کو اپنا امام کہتے ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ متوکل نے اس کو قتل کرنے کے لیے بلا پایا ہے۔

میں نے اپنے جی میں کہا، اب میں بغیر اس شخص کو دیکھتے ہوئے یہاں سے نہ جاؤں گا۔ اُس کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا، وہ مردِ علوی گھوڑے پر سوار آیا۔ لوگ راستہ پر دونوں طرف صفیں باندھے ہوئے کھڑے اُس کو دیکھ رہے تھے۔ جب میری نظر اُس پر پڑی، تو بے اختیار دل میں اس کی محبت آگئی اور دل ہی دل میں اللہ سے دعا کرنے لگا کہ اللہ اس کو متوکل کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ اسی طرح دونوں صفوں کے درمیان گھوڑے پر سوار آگے بڑھتے گئے اُن کی نظر صرف اپنے گھوڑے کی ایال پر تھی، نہ اپنے جانب تھی نہ بائیں جانب، اور میں مسلسل دعا میں مشغول تھا۔ جب وہ میرے قریب پہنچے تو میری طرف رخ کر کے کہا،

” اللہ نے تیری دعا قبول فرمائی اور تجھے طولِ عمر و کثرتِ مال و اولاد سے نوازا۔ یہ سن کر میں کانپ اٹھا اور وہیں گر پڑا۔

لوگوں نے پوچھا، کیا بات ہو گئی؟ میں نے کہا کچھ نہیں، ویسے سب خیریت ہے

اس کے بعد ہم لوگ اصفہان واپس آئے اور یہاں آکر اللہ نے مجھ پر مال و دولت کے دروازے کھول دیے۔ آج یہ حال ہے کہ میرے گھر میں دس لاکھ کا مال ہے اور جو یاہر ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔ پھر اللہ نے مجھے دس اولادیں دیں اور میری عمر اس وقت پچھتر ۵۵ سال کی ہے اور میں اُس شخص کی امامت کا قائل ہوں جو میرے دل کی بات کو جان گیا۔ اور اس کی دعا اللہ نے میرے حق میں قبول فرمائی۔ ( مختار الخراج و الجرائع صفحہ ۷۷ )

۴۰ = زمین کے ہر خطے میں قبریں ہیں

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اُس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے مجھے طلب کیا اور کہا، تم تین سو آدمی جسے چاہو منتخب کر لو اور کو فہ جاؤ وہاں اپنے سامان چھوڑ دو، وہاں سے صحرا کی جانب سے سیدھے مدینہ جاؤ اور علی بن محمد بن رضا کو تعظیم و تکریم کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔

میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہاں سے چلا، میرے ساتھ شراۃ (خارجیوں) کا ایک سردار بھی تھا، اور میرا منشی مردِ شیعہ تھا، مگر میں حشویہ مذہب پر تھا۔ وہ خارجی شاری میرے اُس منشی سے مناظرہ کیا کرتا، اور اسی طرح ان دونوں کے مناظرہ میں راستہ طے ہوتا گیا۔ جب آدھا راستہ طے ہو گیا، تو اُس خارجی نے منشی سے کہا: ” کیا تمہارے امام علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ روئے زمین کا

کوئی مجھ کو ایسا نہیں جہاں قبر بویا قبر بننے والی ہو۔  
اب اسی سرزمین کو دیکھو یہاں کون مرا ہوگا۔ اور تم لوگوں کے خیال کے مطابق یہاں  
کن لوگوں کی قبریں ہوں گی؟

میں نے اپنے منشی سے پوچھا، کیا واقعی تم لوگ یہ کہتے ہو؟  
اس نے کہا، جی ہاں۔

میں نے کہا، پھر یہ خارجی بیچ کتنا ہے اتنے لیے جوڑے صحرا میں کون مرا ہوگا،  
چہ جائیکہ یہ قبروں سے بھرا ہو۔ یہ کہہ کر ہم لوگ آپس میں ہنسنے لگے۔ اور وہ منشی سب کے سامنے  
نادم و شرمندہ ہو گیا۔

وہاں سے ہم لوگ روانہ ہو کر مدینہ پہنچے اور حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن زین  
علیہ السلام کے در دولت پر آئے، محضری کی اجازت لی، اندر گئے، متوکل کا خط دیا، آپ نے پڑھ  
اور فرمایا:

تم لوگ قیام کرو مجھے چلنے میں کوئی عذر نہیں۔

دوسرے دن میں آپ کی خدمت میں پھر حاضر ہوا، سخت گرمی پڑ رہی تھی، دیکھا کہ  
آپ کے پاس ایک درزی بھی موجود ہے اور وہ جاڑے کے موٹے کپڑے قطع کر رہا ہے۔ پھر صدریاں  
قطع کی جا رہی ہیں، جو آپ کے اور آپ کے غلاموں کے لیے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے خیاط سے کہا، تم بہت سے درزیوں کو جمع کرو اور آج ہی ان  
سب کو سی ڈالو۔ اور کل اسی وقت میرے پاس لاؤ۔

پھر میری طرف نظر اٹھائی اور فرمایا، اے یحییٰ تم لوگوں کو مدینہ میں کچھ ضروری کام کرو  
ہو، تو آج ہی کڑی لو۔ اور کل اسی وقت یہاں سے کوچ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

یحییٰ کہتا ہے کہ میں وہاں سے نکلا، مگر صدریوں اور بندٹیوں کی وجہ سے مجھے سخت  
تعجب تھا۔ دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ گرمی کا دن ہے اور پھر حجاز کی گرمی اور یہاں سے عراق دس دن کی راہ  
بھلا یہ ان کپڑوں کا کیا کریں گے۔ پھر دل میں کہا، معلوم ہوتا ہے اس شخص نے کبھی سفر نہیں کیا ہے، اس  
خیال ہے کہ ہر سفر میں ایسے کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان رافضیوں پر تعجب ہے کہ اس شخص کے  
اس فہم و سمجھ کے باوجود یہ لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں۔

دوسرے دن میں پھر آیا، تو سارے کپڑے ملے ہوئے تیار تھے۔

آپ نے اپنے غلاموں کو آواز دی کہ آؤ اپنے اپنے کپڑے اور لبادے و کتھوپ لے کر  
پھر فرمایا، اچھا اب کوچ کرو۔

میں نے دل میں کہا، یہ تو اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات ہے، کیا یہ سمجھتے ہیں کہ راستے  
ہی میں جاڑے کا موسم آجائے گا۔ کہ انہوں نے اپنا لباس اور کتھوپ لے لیا ہے۔

الغرض میں نے اسے ان کی کم فہمی پر محمول کرتے ہوئے وہاں سے کوچ کیا اور سافت  
لے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں قبروں کے متعلق مناظرہ ہوا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک سیاہ  
بادل اٹھا اور گرج و چمک کے ساتھ ہم لوگوں کے سروں پر آگیا اور بڑے بڑے اونٹے برسائے لگا، آپ  
نے اور آپ کے غلاموں نے صدریاں پہن لیں، سروں پر کتھوپ اور جسم پر لبادہ ڈال لیا۔

پھر اپنے غلاموں سے کہا، ایک لبادہ یحییٰ کو اور ایک کتھوپ اس منشی کو دے دو۔  
ہم پر اونٹے برستے رہے اور ہمارے ساتھیوں میں سے اسی آدمی مر گئے۔ پھر اونٹے پڑنے  
موقوف ہوئے، گرمی پہلے جیسی پھر پلٹ آئی۔

آپ نے فرمایا، اے یحییٰ! اپنے بچے ہوئے ساتھیوں سے کہو، اتریں اور اپنے مردوں کو  
کودفن کریں۔ دیکھو! اس طرح اللہ تعالیٰ صحرا کو بھی قبروں سے بھر دیتا ہے۔

یہ سن کر میں فوراً اپنی سواری سے کود پڑا اور ڈرتا ہوا آپ کے پاس آیا، آپ کے پاؤں  
اور رگالوں کو بوسہ دیا اور کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، محمد اس کے  
بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپ لوگ زمین پر اللہ کے واقعی خلیفہ ہیں۔

میں پیٹہ کا فر تھا، اب آپ کے ہاتھوں پر اسلام لایا۔

یحییٰ کہتا ہے کہ پھر میں شیعہ ہو گیا، مرتے دم تک آپ کی خدمت میں رہا۔

(مختار الخزانة والجوازح)

### طی الارض (۴۱)

اسحاق جلاب سے روایت ہے اس کا بیان ہے  
کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام کے لیے بہت سی بھڑا بکریاں خریدیں۔

آپ نے مجھے بلایا اور گھر کے باڑے سے ایک ایسی وسیع جگہ لے آئے جس سے میں واقف نہ تھا  
وہاں پر آپ نے مجھے بکریاں چھانٹنے کا حکم دیا، میں وہ بکریاں چھانٹنے لگا۔ اس کے بعد آپ کے  
بڑے صاحبزادے ابو جعفر اور ان کی والدہ وغیرہ کو بھی اطلاع دیدی جنہوں نے خریدنے کے  
لیے کہا تھا۔ پھر میں نے آپ سے بغداد جانے کی اجازت چاہی۔

آپ نے فرمایا، کل تک یہیں قیام کرو پھر چلے جانا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں ٹھہر گیا اور عرفے کے دن بھی آپ ہی کے وہاں قیام کیا۔  
عید الاضحیٰ کی شب آپ کے ساتیان میں سویا۔ سحر کے وقت آپ تشریف لائے۔ اور فرمایا،

لے اسحاق اٹھا!

میں اٹھا اور آنکھ کھولی تو دیکھا کہ میں بغداد میں اپنے دروازے پر کھڑا ہوں  
میں اپنے والد کے پاس پہنچا اور میرے دوست احباب میرے پاس آئے۔  
میں نے ان سے کہا، عرفہ کے دن تو میں مقام عسکر میں تھا اور عید کرنے بخدا آگیا  
(بصائر الدرجات)

(۴۲) زینب بنت فاطمہ ہونے کی دعویٰ دار

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے  
کہ دو متوکل میں ایک عورت نمودار ہوئی جس نے دعویٰ کیا کہ وہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول  
متوکل نے کہا، مگر تو ایک نوجوان عورت ہے اور تو اسی رسول اللہ کو گذرے  
ہوئے اتنے سال ہو چکے ہیں۔  
اُس نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعویٰ  
تھی کہ پروردگار! اس بچی کو ہر چالیس سال بعد از سر نوجوان کر دیا کرنا۔  
مگر اتنے دنوں تو میں نے لوگوں پر اس کا اظہار نہیں کیا۔ اب میں آپ لوگوں کے  
سامنے برائے ضرورت آئی ہوں۔

متوکل نے آل ابی طالب، آل عباس و قریش کو بلایا اور ان سے دریافت کیا۔  
ان میں سے بہت سے لوگوں نے کہا کہ زینب بنت فاطمہ نے فلاں سن میں وفات  
متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بتا، اس روایت کے متعلق کیا کہتی ہے؟  
اُس نے کہا، یہ لوگ جو بولتے ہیں اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ بات یہ ہے  
کہ میں اتنے دنوں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہی، اس لیے ان لوگوں کو میرے مرنے اور جینے  
کا کیا بہت۔

متوکل نے ان لوگوں سے پوچھا، اس روایت کے علاوہ تم لوگوں کے پاس کوئی اور بھی دلیل ہے  
ان لوگوں نے کہا، نہیں۔

متوکل نے کہا، اگر اس کے اس دعویٰ کو کسی دلیل سے رد کیا گیا تو میں اس عورت  
کو بڑی کر دوں گا۔

لوگوں نے کہا، اچھا تو پھر امام علی بنی علیؑ کو بلا لو، شاید ان کے پاس کوئی دلیل  
ہو جو ہمارے پاس نہیں ہے۔

متوکل نے آدھی بھیجا آپ تشریف لائے متوکل نے اس عورت کا واقعہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا، وہ غلط کہتی ہے حضرت زینب نے فلاں سن فلاں مہینہ اور فلاں  
دن میں وفات پائی۔

اُس نے کہا، ہاں، ان لوگوں نے بھی یہی کہا تھا، مگر میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر کسی  
اور دلیل سے اس کے دعویٰ کو باطل نہ کیا جائے گا تو میں اسے رہا کر دوں گا۔  
آپ نے فرمایا، کوئی سہج نہیں، میرے پاس ایسی دلیل ہے جو اسے بھی خاموش کر دے  
اور دوسرے کو بھی۔

متوکل نے پوچھا وہ کیا دلیل ہے؟

آپ نے فرمایا، اللہ نے اولادِ فاطمہ کا گوشت درندوں پر حرام کیا ہے۔ اس کو درندوں  
کے کٹھرے میں ڈال دیا جائے، اگر یہ اولادِ فاطمہ میں سے ہے تو اسے کوئی درندہ گزند نہ پہنچائے گا۔  
متوکل نے اس عورت سے پوچھا، بول کیا کہتی ہے؟

اُس نے کہا، ان کا مطلب یہ ہے کہ میں اس طرح قتل ہو جاؤں۔ اگر یہ صحیح کہے ہیں  
تو اس مجمع میں اولادِ فاطمہ بہت سی بیٹھی ہوئی ہے ان میں سے کسی کو درندوں کے کٹھرے میں ڈال  
کر دیکھ لیا جائے، پتہ چلی جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر سارے مجمع میں سستا نا چھا گیا۔ بعض لوگ جو آپ سے  
بغض رکھتے تھے، بولے:

یہ خود درندوں کے کٹھرے میں جا کر دکھائیں، دوسروں کو خطرے میں کیوں ڈالتے ہیں۔  
لوگوں کا یہ جواب سن کر متوکل آپ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا:

یا ابا الحسن! پھر خود ہی کیوں نہ زحمت فرمائیں؟

آپ نے فرمایا، ہاں ہاں۔ تمہیں اختیار ہے مجھے بھیج دو۔

متوکل نے کہا، پھر تشریف لے جائیں۔

آپ نے فرمایا، میں جانا ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کو ایک بیڑھی دی گئی اور اس کے ذریعے سے آپ درندوں  
کے کٹھرے میں اترے، اُس میں چھ در شیر پے ہوئے تھے۔ آپ کٹھرے کے اندر جا کر بیٹھ گئے جب  
درندوں نے آپ کو دیکھا تو آپ کی طرف بڑھے اور آپ کے سامنے آکر سرنگوں ہو گئے، اپنے دونوں  
ہاتھ آگے پھیلا دیے۔ آپ نے ہر ایک کے سر پر اپنا ہاتھ مشفقانہ انداز میں پھیرا، پھر اشارہ کیا کہ  
اس گوشے میں چلے جاؤ۔

وہ سب کے سب ایک گوشے میں (اطاعت گزاروں کی طرح) جا کر بیٹھ گئے۔



یہ دیکھ کر متوکل کے وزیر نے کہا، یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ انہیں اس کٹہرے سے جلد نکال لیا جائے ورنہ اگر یہ خیر عام ہوگئی تو غضب پوجائے گا۔

متوکل نے کہا، اے ابوالحسن! میں نے کسی بڑی نیت سے آپ کو اس میں نہیں بھیجا تھا، بلکہ آپ کی بات کا یقین کرنا چاہتا تھا۔ اچھا، اب آپ میری عمر کے ذریعے سے باہر نکل آئیں۔ جب آپ میری عمر کی طرف بڑھے تو وہ سارے شیر عمر آپ کے پاس آئے آپ کے پروردگار کو سچ کرنے لگے۔

آپ نے میری عمر کے پہلے زمین پر قدم رکھ کر اشارے سے کہا، اب واپس جاؤ۔

وہ سنب واپس ہو گئے۔ آپ اوپر آگئے۔ اور فرمایا:

اچھا، اب اگر کسی کو دعویٰ ہو کہ میں اولادِ فاطمہ میں سے ہوں تو وہ کٹہرے میں جا کر

میری جگہ بیٹھ جائے۔

متوکل نے اس عورت سے کہا، اس کٹہرے میں جا۔

اس نے کہا، نہیں نہیں، واقعات میں نے غلط دعویٰ کیا تھا، میں تو فلاں شخص کی بیٹی ہوں۔

متوکل نے حکم دیا، اس کو پکڑ کر درندوں کے کٹہرے میں ڈال دو۔

وہ ڈال دی گئی اور درندوں نے اسے چیرھاڑ کر کھا لیا۔ (مخبر الخواص والخواص)

### ۲۳ = مال کثیر کا مفہوم قرآن کی روشنی میں

ابو عبد اللہ زیاد کی کا بیان ہے

کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے نذر کی کہ اگر اللہ نے مجھے صحت دیری تو میں مال کثیر تصدق کروں گا۔

جب وہ صحت یاب ہوا، تو فقہاء نے مال کثیر کے متعلق اختلاف کیا۔

اس کے حاجب حسن نے کہا، یا امیر المؤمنین! اگر میں اس کا صحیح جواب لا دوں، تو آپ

مجھے کیا انعام دیں گے۔

متوکل نے کہا، دس ہزار درہم، ورنہ سو کوڑے لگو آؤں گا۔

حسن نے کہا مجھے منظور ہے۔

اس کے بعد وہ حضرت امام ابوالحسن علی النقی علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ سے اس کے

متعلق دریافت کیا۔

آپ نے فرمایا: وہ اتنی درہم تصدق کرے۔

حاجب نے آکر متوکل کو بتایا۔

اس نے کہا، اس کی وجہ کیا ہے؟

وہ پھر امام علیہ السلام کے پاس آیا اور وجہ دریافت کی۔

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے:

«لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ» (سورہ برات آیت ۲)

(اللہ نے کثیر مقامات پر تم لوگوں کی مدد کی)

جب ان مقامات کو شمار کیا گیا تو وہ اتنی مقامات ہوئے۔

حاجب نے جا کر متوکل کو بتایا۔ وہ خوش ہو گیا اور حاجب کو دس ہزار درہم عطا کیے۔

### ۲۴ = یحییٰ بن اکثم کے مسائل

#### اور ان کے جوابات

ایک مرتبہ متوکل نے ابن سبکت سے کہا کہ امام علی النقی علیہ السلام سے میرے سامنے مشکل مسائل پوچھ کر دیکھو۔

ابن سبکت نے امام علیہ السلام سے پوچھا، یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ

کو عصا کا معجزہ، حضرت عیسیٰ، پیاروں کو صحت دینے اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اور حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن اور تلوار دیکر کیوں بھیجا؟

حضرت امام علی النقی علیہ السلام نے جواب دیا کہ چونکہ اس زمانے میں سحر و جادو کا بڑا

زور تھا، اس لیے حضرت موسیٰ کو عصا اور یحییٰ کا معجزہ عطا فرمایا، جس کے مقابلے میں ان لوگوں

کا سارا سحر و جادو باطل ہو گیا، اور ان پر حجت تمام ہو گئی۔

حضرت عیسیٰ کے دور میں طب کا زور تھا، اس لیے ان کو پیاروں کو صحت دینے

اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا، ان کے طب وغیرہ کو باطل کر دیا، جس سے وہ لوگ مغلوب ہو گئے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تلوار اور اشعار کا بڑا زور تھا، اس لیے

تلوار اور قرآن دیکر آنحضرت کو ان لوگوں پر اپنی حجت تمام کی اور ان کے اشعار اور تلوار باطل ہو گئے

یحییٰ بن اکثم نے کہا، اے ابن سبکت! ان کو بخت و مناظرے سے لگاؤ نہیں ہمیں

ان سے کچھ سوالات پوچھتا ہوں :-

یہ کہ یحییٰ بن اکثم نے ایک کاغذ ان کو دیا جس میں بہت سے سوالات تھے۔

حضرت امام علی النقی علیہ السلام تمام سوالوں کے جوابات بولتے گئے اور ابن سبکت

سے فرمایا اسے لکھتے جاؤ۔ (سورۃ امل آیت ۱)

تم نے قرآن مجید کی آیت قَالَ الَّذِي عِنْدَكَ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ کے متعلق سوال کیا ہے۔ تو سنو! اس سے مراد آصف بن برخیا ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ صرف آصف بن برخیا کو جو (ایم عظم) معلوم تھا وہ حضرت سلیمان کو معلوم نہ تھا بلکہ وہ بھی جانتے تھے مگر وہ چاہتے تھے کہ اپنی امت کو جو جن وانس پر مشتمل تھی بتا دیں کہ میرے بغیر یہ حجت خدا ہی اور یہ (ایم عظم) حضرت سلیمان کے پاس تھا جو آپ نے آصف بن برخیا کو حکم خدا سے پر فرمایا تھا تاکہ ان کی نیابت میں لوگ اختلاف نہ کریں اور لوگوں پر یہ دلیل مستحکم ہو جائے۔

تمہارا یہ سوال کہ حضرت یعقوب نے اپنے فرزند کو سجدہ کیا۔؟ سنو! یہ سجدہ حضرت یوسف کو نہ تھا بلکہ حضرت یعقوب اور ان کے فرزندوں کا یہ سجدہ اللہ کی اطاعت میں کیا تھا اور حضرت یوسف کو سلام کرنا تھا جس طرح ملائکہ کا سجدہ حضرت آدم کے لیے نہ تھا۔

پس حضرت یعقوب اور ان کے فرزندوں کا سجدہ جس میں خود حضرت یوسف بھی شریک تھے ان لوگوں کا اجتماعی سجدہ شکر تھا یہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسف نے بوقت سجدہ شکر یہ کہا تھا رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلِكِ رِسْوَةَ يَوْسُفَ بْنِ مَرْيَمَ (پروردگارا! بیشک تو نے مجھے ملک میں سے (کچھ حصہ) عطا فرمایا)

تمہارا سوال اس آیت کے متعلق: فَإِن كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْئَلِ الَّذِينَ يُقْرَأُونَ الْكِتَابَ (سورۃ یونس آیت ۹۴) ترجمہ: (پس اگر تجھے اس میں شک ہے جو ہم نے تجھ پر نازل کیا تو ان سے پوچھ جو کتاب پڑھتے ہیں۔)

اس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ نے جو آیات آپ پر نازل فرمائی تھیں ان میں آپ کو کوئی شک نہ تھا مگر جب لائے عرب یہ کہتے تھے کہ اللہ نے ملائکہ سے کسی کو نبی بنا کر کیوں نہ بھیجا اور اس کے اور دیگر لوگوں کے درمیان یہ فرق کیوں نہ رکھا کہ وہ نہ کھانا کھاتے نہ پانی پیے اور نہ بازاروں میں گھومے پھرے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نازل فرمائی کہ ان جھلکے عرب کے سامنے ان لوگوں سے پوچھو جو کتب سادہ کے پڑھنے والے ہیں کیا اللہ نے کبھی ایسے نبی کو اس سے پہلے بھیجا ہے جو کھانا نہ کھاتا تھا یا پانی نہیں پیتا تھا؟ پھر ان ہی کی میرت تو لے محمد! تمہارے لیے بھی نمونہ عمل ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اگر تم کو کوئی شک ہو تو آپ کو واقعاً کوئی شک نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ انصاف فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مباہلہ میں ارشاد فرمایا نَعْلَمُ اَنْدَاحَ اَبْنَاتِنَا وَ اَبْنَاتِ اَوْلَادِنَا (سورۃ آل عمران آیت ۶)

ترجمہ: (اؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ) اگر آپ اس کی جگہ یہ فرماتے کہ آؤ مباہلہ کریں اور ہم تم لوگوں پر اللہ کی لعنت کی بدعا کریں تو وہ ہرگز مباہلہ کے لیے نہ آتے، حالانکہ اللہ بھی جانتا تھا کہ اس کا نبی اور اس کا رسول کا ذہن میں سے نہیں ہے اور اسی طرح اللہ کا رسول بھی جانتا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے مگر رسول نے جاہا کہ وہ اپنی طرف سے انصاف کریں۔

تمہارا یہ سوال کے متعلق سوال "لَوَاتٍ مَا فِي الْاَرْضِ مِن شَجَرٍ أَقْلَامٌ" (سورۃ لقمان آیت ۲۷) یہ ارشاد قدرت کہ اگر تمام اشجار قلم بن جائیں تمام سمندر روشنائی بن جائیں بلکہ اس میں سات دریا زمین سے چھوٹ کر مزید شامل ہو جائیں ایسا ہی ہے جیسا طوفان نوح میں ہوا تھا۔ پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے اور وہ سات چشمے یہ ہیں۔

(۱) عین کبریت، (۲) عین یمن، (۳) عین بہجت، (۴) عین طبرہ، (۵) عین حیرہ، (۶) عین بلسان بھی کہتے ہیں (۷) حیرہ افریقیہ جس کو سیلان بھی کہتے ہیں اور عین باخوران ماسیدان جس کو بلسان بھی کہتے ہیں (۸) حیرہ افریقیہ جس کو سیلان بھی کہتے ہیں اور عین باخوران اور ہم لوگ وہ کلمات ہیں کہ جن کے فعال کا درک نہیں کیا جاسکتا اور دان کا احاطہ کیا جاسکتا، تمہارا سوال جنت کے متعلق: تو اس میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں گی، دھبسی کے سامان ہوں گے، بلکہ ہر وہ شے ہوگی جس کی لوگ خواہش کریں گے اور ان کی آنکھوں کو جسلی لگیں گی۔ یہ تمام چیزیں اللہ نے وہاں ابن آدم کے لیے مباح کر دی ہیں مگر وہ درخت جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کی زوجہ کو منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اس کا چیل نہ کھانا تو وہ شجر حسد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے عہد لیا تھا کہ ان لوگوں کو حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا جن کو اللہ نے تم دونوں سے نفل بنا یا ہے۔

اور اس آیت کے متعلق تمہارا سوال: اَوْ يَرَوْحُهُمْ ذُكْرَانًا وَاِنَاثًا (سورۃ شوری آیت ۲۲) اس آیت کو ما قبل سے دیکھو اس کا ترجمہ یہ ہے: اللہ جسے چاہتا ہے صرف لڑکے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صرف لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں مل کر دیتا ہے۔

اس آیت کو ما قبل سے دیکھو اس کا ترجمہ یہ ہے: اللہ جسے چاہتا ہے صرف لڑکے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے صرف لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں مل کر دیتا ہے۔

دعا کے لیے ہاتھ بند کیے اور رونا شروع کیا، اس قدر رونا کہ اس کو روتا دیکھ کر امیر المؤمنین رونے لگے اور سارا مجمع رو پڑا۔

جناب امیر المؤمنین علیؑ نے فرمایا اے شخص اٹھ، تونے تو آسمان وزمین زشتوں کو بھی زللا دیا۔ جا، اللہ نے تیری توبہ قبول فرمائی، پھر ایسا گناہ کبھی نہ کرنا۔

سوال یہ ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیؑ نے اس سزا کے شرعی کو معاف کیے سنو! وہ امام جو اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے، اگر اس کو شرعی سزا دینے کا

ہے تو اسے معاف کر دینے کا بھی حق ہے۔ کیا تم نے حضرت سلیمانؑ سے بغیر خدا کا یہ قول نہیں سنا ہذا عطا ونا قامنن او افسیک بعیر حیاب • (سورہ صافات)

ترجمہ: (یہ ہماری بے حساب عطائیں ہیں۔ اب تو کسی کو عطا کر یا روک لے) جب یحییٰ بن اکثم نے ان جوابات کو پڑھا تو متوکل سے بولا: میں چاہتا ہوں کہ

ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا جائے، اس لیے کہ اب جو مسئلہ ہو گا وہ ان مسائل سے آسان ہی اور ان کے علم کے اظہار سے رافضیوں کو تقویت ہوگی۔ (مناقب جلد ۲ صفحہ ۲۵۰ تا ۲۵۱)

۴۵ = سزا کے خون سے اسلام لانا؟

جعفر بن رزق اللہ کا بیان ہے کہ متوکل کے پاس ایک نصرانی لایا گیا جس نے ایک زلزلہ سے زنا کیا تھا۔ متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔

اس نصرانی نے کہا: میں اسلام لے آیا۔ یحییٰ بن اکثم نے فتویٰ دیا کہ ایمان گذشتہ گناہوں کو محو کرتا ہے (لہذا اب کوئی حد نہیں کی جا سکتی)۔

بعض فقہار نے کہا: اس پر بیعتوں قسم کی حدیں جاری ہونی چاہیے۔ متوکل نے حضرت امام علیؑ سے یہ مسئلہ لکھ کر دریافت کیا۔

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اُسے اتنا مارو کہ مر جائے۔ جب یہ جواب دیگر فقہار نے سنا تو انہوں نے اعتراض کیا۔

متوکل نے آپ کے پاس لکھ کر اس کی وجہ اور تفصیل دریافت کی۔ آپ نے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلَمَّا رَاوَابَا سَنَا قَالُوْا اَمَّا بِاللّٰهِ وَرَحْمٰتِهِ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ

ترجمہ: پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک خدا پر ایمان لے آئے حالانکہ اور جن کو اس کے ساتھ شریک مقرر کرتے تھے، اب ہم ان سے انکار کرتے ہیں۔ (سورہ تہ)

یہ جواب پاکر متوکل نے اس کو مارنے کا حکم دیا۔ اس کو اتنا مارا کہ مر گیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۵۰-۲۵۱)

۴۶ = معرفت الہی، معرفت رسول اور معرفت ائمہ پر ایک تفصیلی گفتگو

کتاب الدلائل میں الیوب سے روا ہے اس کا بیان ہے کہ فتح بن یزید جو جانی نے مجھے بتایا کہ میں مکہ سے خراسان جا رہا تھا اور آپ عراق تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں مجھ سے ملاقات ہو گئی۔

آپ نے (امام علیؑ) سے فرمایا: جو اللہ سے ڈرتا ہے اُس سے لوگ ڈرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اُس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کی، اور جب آپ کی خدمت میں پہنچ گیا تو سلام بجالایا۔

آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے بغیر میرے کچھ کہے ہوئے، خود ہی ارشاد فرمایا: اے فتح! سنو، جو شخص اپنے خالق کی اطاعت کرتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ جو اپنے خالق کو ناراض کرتا ہے یقین کر لو کہ اللہ سے مخلوق کی ناراضگی کے جوابے کر دیتا ہے۔ خالق کی صرف وہی تعریف کی جا سکتی ہے جو تعریف خود اس نے اپنی ذات کے متعلق بتائی ہے۔ مگر جو اس کے اور اک سے قاصر ہیں۔

ادہام اس تک پہنچ نہیں سکے، ممکن نہیں کہ خیال اُس کا احاطہ کر سکے اور آنکھیں اُس کی حدود معلوم کر سکیں، تعریف کرنے والے جو اُس کی تعریف کرتے ہیں، وہ اُس سے کہیں بالا ہے، توصیف کرنے والے جو اُس کی توصیف کرتے ہیں، وہ اُس سے بلند تر ہیں، وہ دور ہونے کے باوجود قریب ہے، اور قریب ہونے کے باوجود دور ہے، وہ کیفیت الکیف ہے، اُس کے لیے کیف (کیسا) نہیں کہا جا سکتا، وہ این الاین ہے اُس کے لیے این (کہاں) نہیں کہا جا سکتا۔ وہ واحد ہے، صمد ہے، نہ اُس کا کوئی والد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، اور اُس کا کوئی ہمسر و کنو نہیں ہے، کی جلیل ہے اُس کی ذات گلابی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کتبہ حقیقت کیسے بیان

(اللہ تو پھر اللہ ہی ہے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کتبہ حقیقت کیسے بیان

ہو سکتی ہے جبکہ اس رب جلیل نے آپ کو اپنے اسم کا قرین (سامتی) بنایا اور اپنی عطایں آپ کو  
کیا، جو شخص آپ کی اطاعت کرے گا، اس کی اطاعت کی جزا وہ اسے ضرور عنایت فرمائے گا  
اس نے اپنی عطایں شریک کرنے کے متعلق یہ فرمایا: **وَمَا فَتَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَعْتَبَ**  
**اللَّهُ وَسْؤْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ** (سورۃ برأت آیت ۴۰)

ترجمہ: (اور انہوں نے صرف اس لیے مخالفت کی کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں حق  
اپنے فضل سے۔)

اور اپنے رسول کی اطاعت کے متعلق ان لوگوں کے قول کو نقل کیا ہے جو جہنم  
طبقات میں عذاب پائیں گے۔ **"يَلِيْتِنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ"**

(سورۃ الاحزاب آیت ۶۶)  
ترجمہ: (کاش ہم نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔)

پھر ان لوگوں کی بھی کلمہ حقیقت کہے بیان ہو سکتی ہے جن کی اطاعت  
رسول کی اطاعت کے برابر اور قرین قرار دیا۔ چنانچہ فرماتا ہے:

**"أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ"**  
(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (اطاعت کرو) ان کی جو  
صاحب الامر ہیں)

نیز فرمایا: **"وَتَوْسُّدُوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ**  
**مِنْهُمْ لَعَلَّكُمْ الَّذِينَ يَسْتَبْطِئُونَهُ مِنْهُمْ ط (سورۃ النساء آیت ۵۹)**

ترجمہ: (اور اگر وہ اس کو رسول کے اور اپنے میں سے صاحبان امر کے سامنے پیش کرے  
ان میں سے تحقیق کرنے والے لوگ اس کی حقیقت جان لیتے۔)

پھر فرمایا: **"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا الْأَمْنَةَ إِلَى**  
(سورۃ النساء آیت ۵۹)

ترجمہ: (بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کی طرف لوٹا  
نیز فرمایا: **فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ**  
(سورۃ النحل آیت ۴۳)

ترجمہ: (پس تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)  
لے فتح! جس طرح رب جلیل کا نہ وصف بیان کیا جاسکتا ہے، نہ رسول

نہ اولاد بتول (جناب خاطر کی اولاد کا) کا، اسی طرح اس مومن کا بھی وصف بیان نہیں ہو سکتا  
جو ہمارے امرِ امت کو تسلیم کرتا ہے۔ ہمارے نبی افضل الانبیاء ہیں ہمارے خلیل تمام خلیوں سے  
افضل ہیں اور ہم میں سے جو وحی ہے وہ تمام اوصیاء سے زیادہ مکرم ہے۔ ان دونوں شہزادوں  
کے اسماء افضل اسماء اور ان کی کنیت تمام کنیتوں سے افضل و بہتر ہیں۔

سنو! اگر ہم یہ طے کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی کو اپنے برابر نہ بٹھائیں گے یا یہ طے  
کر لیتے کہ اپنے کفو کے سوا کسی سے تزویج و نکاح نہ کریں گے، تو پھر کوئی ایسا نہیں تھا کہ جس کو اپنے برابر  
بٹھانے اور کوئی ایسی عورت کفو نہ ملتی جس سے ہم عقد کرتے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ متواضع سب  
سے زیادہ عظیم سب سے زیادہ سخی تھے، ان دونوں کے اوصیاء کو ان ہی دونوں کا علم میراث میں ملا  
ہے۔ پس جو امر ہو اس میں ان دونوں کی طرف رجوع کرو اور ان کے اوصیاء کے سپرد کرو۔ اللہ تم  
پر رحم کرے، اگر تم چاہو گے تو اللہ ان کی موت کی طرح تمہیں موت دے گا، اور ان کی زندگی کی طرح  
تمہیں زندگی دے گا۔

فتح کا بیان ہے کہ، پھر میں وہاں سے نکلا، دوسرے دن میں نے پھر آپ  
کے پاس تک پہنچنے کی کوشش کی، پہنچ گیا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا۔  
میں نے عرض کیا، فرزند رسول! اگر اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں، جو رات بھر میرے  
دل میں گردش کرتا رہا ہے؟

آپ نے فرمایا، پوچھو، لیکن میں اس کی وضاحت کروں یا خاموش رہوں بہر صورت مجھے  
اختیار ہے۔ دیکھو! اپنی نگاہ صحیح رکھنا اور تمہارے سوال کا جو جواب دوں اُسے اچھی طرح دل لگا  
سننا، پھر ایسا سوال نہ پیش کرنا جس کا جواب سننے سننے تم بھی تھک جاؤ اور بولتے بولتے میں  
بھی تھک جاؤں، کیونکہ عالم اور متعلم رشد و ہدایت میں دونوں شریک ہیں، ان دونوں کو نصیحت پر  
ماور کیا گیا ہے اور فریب سے منع کیا گیا۔

لیکن وہ چیز جو تمہارے دل میں گردش کر رہی ہے اسے عالم (اہلیت) چاہے تو  
بتا دے، اس لیے کہ جو علم رسول اللہ کے پاس تھا وہ اس عالم کے پاس بھی ہے، اس لیے کہ اللہ  
اپنے غیب پر صرف اسی کو مطلع فرماتا ہے جس کو رسالت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ لہذا جو کچھ رسول  
اللہ کے پاس ہے وہ سب (عام) عالم کے پاس ہے اور ہر وہ چیز جس کا علم رسول کو ہے، رسول کے اوصیاء  
کو بھی اس کا علم ہے، تاکہ زمین حجت خدا سے خالی نہ رہے اور اس کا علم اُس کے قول کی تصدیق و  
اعتراف عدالت پر دلیل ہے۔

لے فتح! کیا ایسا تو نہیں ہے کہ شیطان نے تمہیں التباس (شک) میں ڈال دیا ہو

اور جلا میں نے تمہارے سپرد کیا ہے باجو باتیں میں نے تمہیں بتائی ہیں اس کے اندر تم کو شک اور  
وہم ہو گیا ہو اور تم نے کہا ہو کہ جب یہ لوگ ایسے ہیں تو پھر بھی ربا ہے۔

خدا کی پناہ (ایسا نہ سمجھنا) کیونکہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق ہیں، ان کا بھی رب اللہ  
ہے، یہ لوگ بھی اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، مال رکھتے ہیں، مرغت رکھتے ہیں، لہذا اگر شیطان تمہارا  
پاس بہرے کے لیے آئے تو میں نے جو باتیں بتائی ہیں ان سے اُس کا قلع مع کر دیتا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، مولانا! میں آپ پر قربان، آپ نے میری مشک  
سزا دتی اور شیطان نے جو دوسوہ پیدا کر دیا تھا، آپ نے اس کی وضاحت فرمادی اور  
میرے دل میں کوئی دوسوہ نہیں رہا۔ واقعاً میرے دل میں ہی خیال آیا تھا کہ آپ لوگ ربا ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام مسجد میں  
اور یہ کہتے رہے۔ "اے میرے خالق! میں تیری بارگاہ میں نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ اپنی ننگ  
پر رکھے ہوئے ہوں۔"

آپ یونہی مسلسل مسجد میں رہے یہاں تک کہ رات گز گئی۔  
پھر آپ نے فرمایا اے فتح! تم بھی ہلاکت میں پڑنے والے ہی تھے۔ مگر سنو! جو  
حضرت عیسیٰ کے بارے میں گمراہ ہوئے اس سے حضرت عیسیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ اچھا، اللہ تم  
رحم فرمائے! اب اگر تم جانا چاہو لو جا سکتے ہو۔

پھر میں وہاں سے نکلا اور اس بات پر بہت خوش تھا کہ اللہ نے ہمارے سارے  
دور کر دیے اور واقعاً یہ لوگ وہی ہیں جو آپ نے بتایا ہے۔ اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

اب اس کے بعد جب دوسری منزل آئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھ  
آپ نیچے کے سہارے بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے کچھ بچے ہوئے گیموں میں جنہیں تناول فرما رہے ہیں  
میرے دل میں شیطان نے پھر دوسوہ پیدا کیا کہ ان لوگوں کو کھانا پینا مناسب نہیں، اس  
کو نقص کی دلیل ہے اور امام میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا، بیٹھو! اے فتح، سنو! ہم لوگ بھی رسولوں کی میرت پر عمل کرتے  
ہیں، وہ لوگ بھی کھاتے، پیتے اور پانڈوں میں چلتے پھرتے تھے۔ ہر جسم کو غذا کی ضرورت ہے  
اُس خالق و رازق کے، اس لیے کہ وہ جسم نہیں رکھتا، نہ اس میں اجزائی شمولیت ہے اور نہ اس  
زیادتی و کمی کا تصور ہے۔ وہ اپنی ذات میں ان تمام چیزوں سے مبرا ہے۔ اس کی ذات جسم سے  
نہیں ہے، وہ واحد ہے، احد ہے، صمد ہے، نہ وہ کسی کا والد ہے، نہ اس کا کوئی والد ہے، اور نہ  
کوئی ہے۔ وہ جو ہر شے سے جسم کو جسم سے بنانے والا ہے، وہ سننے والا ہے، جاننے والا

لطیف و خیر ہے، رؤف و رحیم ہے، وہ پاک اور برتر ہے، ان تمام باتوں سے جو اس کے متعلق  
ظالم لوگ کہتے ہیں، وہ بہت زیادہ پاک اور برتر ہے۔

اگر وہ ایسا ہی ہوتا جیسا، یہ ظالم لوگ اس کا وصف بیان کرتے ہیں تو پھر رب اور  
مرلوب میں، خالق اور مخلوق میں، موجد اور اس کی ایجاد کردہ چیز میں فرق ہی کیا رہ جاتا لیکن اس نے  
اپنے اور اپنے بنائے ہوئے اجسام میں دیگر اشیاء کے درمیان فرق رکھا ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ ان  
چیزوں سے مشابہ ہے جو نظر آتی ہیں اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہ ہے۔ (کشف الغرہ ص ۲۰۱ تا ۲۰۲)

### ۴۷ = یزداد طبیب

محمد بن جریر طبری کہتا ہے کہ مجھ سے ابوالحسن محمد بن اسماعیل  
بن احمد قفلی کا تب سرمن رائے نے سنہ ۲۳۵ھ میں بتایا کہ اس کے باپ نے یہ واقعہ اس سے بیان  
کیا تھا جبکہ وہ سرمن رائے میں تھا اور رب انحصا میں کہیں جا رہا تھا کہ تختیشوع کا شاگرد یزداد  
طبیب نصرانی موسیٰ بن بعا کے گھر سے واپس آتا ہوا نظر آیا۔ ہم دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے اور اسی  
دوران میں گفتگو بھی ہوئی رہی۔

اُس نے کہا، تم اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس کا مالک کون ہے؟

میں نے پوچھا، کون ہے اس کا مالک؟

اُس نے کہا، اگر مخلوق میں کوئی عالم الغیب ہے تو وہ یہ ہیں۔

میں نے پوچھا، وہ کیسے؟

اُس نے کہا، ایک ایسی تعجب خیز بات تمہیں بتاتا ہوں جسے تم نے یا کسی اور نے کبھی نہ  
سننا ہوگا، مگر اس کا اقرار کرو کہ تم کسی سے نہ کہو گے، اس لیے کہ میرا پیشہ طبابت ہے سلطان کا  
صلاح کرتا ہوں، میں نے سنا ہے خلیفہ نے ان کو حجاز سے یہاں بلا لیا ہے، اُس کو دیکھو کہ لوگ  
ان کی طرف مائل ہو گئے تو خلافت خاندان بنی عباس سے چلی جائے گی۔

میں نے کہا، اطمینان رکھو میں کسی سے نہ کہوں گا، بتاؤ کیا بات ہے؟

اُس نے کہا، سنو! میں چند دن ہوئے ان سے ملا تھا۔ وہ سیاہ گھوڑے پر سوار اور  
سیاہ لباس پہنے ہوئے، خود ان کا رنگ بھی سیاہی مائل تھا میں ان کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے  
کھڑا ہو گیا۔ طہا میں کہا، مسج کی قسم میرے منہ سے کسی کے لیے کوئی بات نہیں نکلے، مگر ان کا لباس سیاہ  
گھوڑا بھی سیاہ اور رنگ بھی سیاہ۔ یعنی سیاہی در سیاہی در سیاہی۔

جب آپ گھوڑا اڑھاتے ہوئے میرے پاس پہنچے تو تیز نظر سے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

تیرا دل سیاہ ہے جس کی وجہ سے لو اپنی آنکھوں سے سیاہی درسیا چا کر سیاہی دیکھ رہا ہے۔

میرے والد نے کہا، خیر، یہ بات تم بھی کسی سے نہ کہنا، مگر یہ بتاؤ کہ پھر تم نے کیا کیا اور کیا کہا؟

وہ بولا، میں نے بہت سوچا، لیکن کوئی جواب بن نہ پڑا۔ بالآخر کہا، آپ کا دل سفید ہے آپ نے فرمایا، واللہ اعلم۔

میرے والد کا بیان ہے کہ جب یزداد بیمار ہوا تو اس نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور کہا، سنو! میرا قلب پہلے سیاہ تھا، اب سفید ہو گیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ہے ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اس کا کوئی شریک نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور علی بن محمد تمام مخلوقات پر اللہ کی حجت ہیں، یہ ناموس اعظم ہیں۔

اس کے بعد یزداد اسی بیماری میں مر گیا اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

زید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو رات کے وقت طبیب آیا اور ایک دوا تجویز کی کہ میں اُسے صبح کے وقت استعمال کروں لیکن وہ دوا شب کے وقت مجھے حاصل نہ ہو سکی اور طبیب چلا گیا۔ اتنے میں حضرت امام علی نقیؑ کے ایک صحابی آئے ان کے ہاتھ میں ایک پڑیا تھی جس میں بعینہ وہی دوا تھی۔

انھوں نے کہا کہ حضرت امام ابو الحسن علیؑ سلام نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دوا استعمال کرو۔

میں نے استعمال کیا اور اچھا ہو گیا۔ (ارشاد ص ۲۲۲ مناقب جلد ۴ ص ۴۴)



# بخار الانوار



باب



خلفائے وقت

## ① — خلفائے وقت

آپ کے زمانہ امامت میں معتصم کی حکومت کا بقیہ حصہ پھر واثق بن متوکل، مستقر، مستعین و معتز کی حکومتیں رہیں۔ معتز کے آخری دور میں آپ زہر سے شہید کیے گئے۔ اور ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام معتز نے زہر دیا۔

( مناقب جلد ۴ صفحہ ۱۰۰ )

روایت کی گئی ہے کہ متوکل ہم سوال کیا کہ میں قتل کیا گیا اور یہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی امامت کا ستائیسواں سال تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے محمد بن جعفر المنتصر کی بیعت کی گئی۔ مگر وہ سات ماہ حکومت کر کے مر گیا۔ پھر احمد المستعین بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ اس کی حکومت چار سال رہی۔ اس کے بعد وہ خلافت سے نااہل قرار دے کر زہر دیا گیا اور المعتز بن متوکل کی بیعت کی گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا نام زہیر تھا۔ اس کی بیعت ۲۵۲ھ میں کی گئی اور حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام کا بیستواں سال تھا۔ ۲۵۴ھ میں آپ نے اپنے فرزند حضرت ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو بلایا اور ان کو نور و حکمت موارث انبیاء اور بزرگوں کے اسلحے سپرد کیے۔ ان کی امامت پر نص فرمایا، اور اپنے فقہ اصحاب کے سامنے ان کو اپنا وصی بنایا، پھر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اس وقت آپ کا سن چالیس سال کا تھا۔ آپ سرمن رائے میں دفن کیے گئے۔

( بیون المعجزات )

## ② — متوکل کا ارادہ قتل

ابوسعید سہل بن زیاد کا بیان ہے کہ میں سامعہ میں ابوالعباس فضل بن احمد بن اسرائیل کاتب کے گھر میں تھا، وہاں حضرت ابو الحسن علیہ السلام کا ذکر چمڑا تو اس نے کہا: ہاں ابوسعید! میں تم سے ایک واقعہ بیان کروں جو میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ معتز کے ساتھ تھے، میرے والد اس کے کاتب تھے ایک مرتبہ ہم لوگ ان کے گھر گئے، دیکھا کہ متوکل اپنے تخت پر بیٹھا ہے، معتز نے سلام کیا اور کھڑے ہوئے۔

میں اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس سے پیشتر جب معتز جاتا تو متوکل اس کو مہربانہ اور بیٹھے کے لیے کہتا، مگر اس بار اس نے کچھ نہ کہا، معتز کو کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی، وہ ایک پاؤں اٹھاتا تو دوسرا رکھتا، مگر متوکل نے بیٹھے کی اجازت نہ دی۔ میں نے دیکھا کہ متوکل کا چہرہ ہر لمحہ بدلتا جاتا ہے۔

وہ فتح بن خاقان کی طرف رخ کر کے کہتا ہے، تم اسی شخص کے متعلق طرح طرح کی صفائی پیش کرتے ہو۔ ۱

فتح اس کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے، یا امیر المؤمنین! ان پر جوٹ الزامات لگانے گئے ہیں۔

یہ سن کر وہ اور جل اٹھتا اور کہتا ہے، واللہ میں اس ریاکار زندگی کو ضرور قتل کروں گا۔ وہ غلط دعویٰ کر کے میری سلطنت میں رخنہ ڈالتا ہے۔

اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ چار خزری سپاہیوں کو بلاؤ۔

جب وہ آگئے تو ان کو چار تلواریں دیں اور کہا، تم لوگ اپنی زبان میں باتیں کرنا اور جب ابو الحسن آپس تو اپنی تلواروں سے ان کے گلے گلے کر دینا۔ ۱

اس نے یہ بھی کہا کہ میں قتل کے بعد ان کی لاش کو نذر آتش بھی کر دوں گا۔

اس وقت میں پردے کے پاس معتز کے پیچھے کھڑا ہوا تھا کہ بیکام حضرت ابو الحسن علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور لوگ دوڑے ہوئے آئے کہ وہ آگے وہ آگے میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپ کے دونوں لب حرکت میں ہیں ان کی کسی قسم کا خوف نہیں ہے، متوکل نے جب آپ کو دیکھا تو فوراً تخت سے کود پڑا اور آگے بڑھ کر ان کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا۔ اے ہمارے سید! اے فرزند رسول! آپ نے اس وقت آنے کی کیسے زحمت کی۔ ؟

آپ نے فرمایا، آپ کا آدمی پہنچا تھا۔ اس نے کہا تھا متوکل آپ کو بلاتے ہیں۔

متوکل نے کہا، وہ حرام زادہ جو ٹال ہے یا سیدی! آپ کو زحمت ہوئی، تشریف لے جائیں، اے فتح، اے عبید اللہ، اے معتز! اپنے اور میرے سید کو گھر تک پہنچا کر آؤ۔

ادھر جب خزری سپاہیوں نے آپ کو دیکھا تو مارے خوف کے سجدے میں گر گئے تھے۔

آپ جا چکے تو متوکل نے ان سپاہیوں کو بلایا ترجمان سے کہا، ان سے پوچھو کہ ان کو جو حکم دیا گیا تھا اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ ؟

انہوں نے جواب دیا کہ ان کی اتنی شدید و عظیم ہیبت تھی کہ جو ستولاروں میں بچی ہوگی ہم خود کو قابو میں نہ رکھ سکے اور اسی ہیبت کی وجہ سے ہم آپ کے حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ ان کی ہیبت ہمارے دلوں پر چھا گئی۔

متوکل نے کہا، اے فتح! یہ ہیں تمہارے امام۔ یہ کہہ کر متوکل فتح کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور فتح متوکل کو دیکھ کر ہنسنے لگا اور لولا: انڈر کا شکر ہے کہ اُس نے ان کے چہرے کو روشن اور پُر ہیبت بنا کر لوگوں کے دلوں پر ان کا سکہ بٹھا دیا اور ان کو اپنی حجت ظاہر کر دیا۔

(مختار الخراج و الجرائح ص ۲۱۲، ۲۱۳)

۳ = ارادہ گرفتاری

ایک بعلحالی نے متوکل کے پاس حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام کی چھٹی لگائی کہ انہوں نے بہت سے اسلحے اور اموال جمع کر رکھے ہیں متوکل نے اپنے حاجب سعید سے کہا، رات کے وقت ان کے گھر پر چھاپہ مارو اور اس میں جتنے اسلحے اور اموال ہوں وہ سب لیکر آؤ۔

ابراہیم بن محمد کہتا ہے کہ سعید حاجب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شب کے وقت حضرت ابو الحسن علیہ السلام کے گھر پہنچا، میرے ساتھ سیرمی تھی جس کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا اور شب کے اندھیرے میں اندر تراٹرا مگر سمجھ میں نہ آتا تھا کہ گھر کے اندر کیونکر جاؤں۔

لتنے میں حضرت ابو الحسن علیہ السلام نے گھر میں سے آواز دی، اے سعید! اپنی جگہ کھڑے رہو، میں شمع لارہا ہوں۔ فوراً آپ شمع لیکر تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے حیم مبارک پر ایک صوف کا جیس ہے، صوف کی ٹوپی ہے، ایک چٹائی پر مٹنے ہے آپ قبلاً رہتے ہیں۔

مجھ سے کہا یہ سارا گھر تمہارے سامنے ہے۔ دیکھ لو۔ میں نے اندر جا کر ہر حجرے کی لفتیش کی مگر اس میں کچھ نہ ملا۔ ہاں ایک برہہ تھا جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ایک کیسہ بھی تھا اس پر سچی مہر تھی۔

پھر حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا، یہ مٹنے بھی سامنے ہے اسے بھی دیکھ لو۔

میں نے مٹنے اٹ کر دیکھا، ایک تلوار نیام میں رکھی ہوئی ملی میں یہ تمام چیزیں لیکر متوکل کے پاس آیا۔

جب اس نے بدرہ (تھیلی) پر اپنی ماں کی مہر دیکھی تو ماں کو بلایا اور پوچھا: یہ بدرہ آپ نے امام ابو الحسن کے پاس بھیجا تھا؟ اُس کی ماں نے کہا، ہاں جب تم بیمار تھے تو میں نے نذر کی تھی کہ اگر تم اچھے ہو گے تو میں حضرت امام ابو الحسن کو دس ہزار دینار دوں گی۔

اُس نے دوسرا کیسہ کھولا، تو اس میں چار سو دینار تھے۔ متوکل نے حکم دیا کہ اس برہہ کے ساتھ ایک دوسرا برہہ اور شامل کیا جائے، یہ برہہ کیسہ اور تلوار سب حضرت ابو الحسن علیہ السلام کو لجا کر واپس کر دی جائیں۔

میں نے یہ سب اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کیے اور اظہارِ ندامت کیا، اور عرض کیا، یا سیدی! مجھے آپ کے گھر میں بغیر آپ کی اجازت کے داخل ہونا پسند نہ تھا، مگر کیا کرتا مجھے یہی حکم دیا گیا تھا۔

آپ نے فرمایا: سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (سورہ شورا آیت آخری) دعواتِ راونری میں بھی اسی کے مثل روایت ہے۔

۴ = آپ کی اسیری اور پھر ارادہ قتل

ابو سلیمان نے ابن ادریس سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ دو روز متوکل میں سرمن رہے گیا اور سعید حاجب کے پاس پہنچا۔ متوکل نے حضرت ابو الحسن علیہ السلام کو قتل کرنے کے لیے اس کے حوالے کیا تھا

اُس نے کہا، کیا تم اپنے اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا، پاک ہے وہ اللہ جس کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اُس نے کہا، مگر اسی کو تو تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ تمہارا امام ہے۔

میں نے کہا، یہ کتنی بڑی بات تم نے کہی۔ اُس نے کہا، مگر نے اس کے قتل کا حکم دیدیا ہے اور کل ہی ایسا کرنے والا ہوں

اس وقت اُس کے پاس ایک قاصد گیا ہوا ہے۔ جب وہ نکل آئے تو تم چلے جانا۔ جب قاصد نکل آیا تو مجھ سے کہا، اب تم اندر جاؤ۔

میں اُس گھر کے اندر داخل ہوا جس میں آپ قید تھے۔ دیکھا کہ آپ کے پہلوں پر کھڑی ہوئی ہے۔ میں نے قریب پہنچ کر آپ کو سلام کیا اور نذر و قطار رونے لگا۔



آپ نے پوچھا، کیوں روتے ہو؟  
میں نے عرض کیا، جو کچھ دیکھ رہا ہوں اُس پر روتا ہوں۔  
آپ نے فرمایا، اس کے لیے نہ رُو، یہ لوگ اس وقت ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔  
یہ سن کر مجھے سکون ہوا۔

آپ نے فرمایا، دو دن بھی نہ گزریں گے کہ اللہ اس کا اور اس کے ساتھی کا خون بہا۔

گا جس کو تم باہر دیکھ آئے ہو۔

راوی کا بیان ہے کہ جب رات واقعاً دو دن بھی نہیں گزرے کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

(انوار و ابراج ص ۲۱۴)

مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذهب میں تحریر کیا ہے کہ متوکل کے پاس

نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کی چٹلی لگائی کہ آپ کے گھر میں خطوط اور اسلحے ہی جو تم کے شیوے  
نے آپ کے پاس بھیجے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ حکومت پر قبضہ کریں۔

یہ سن کر متوکل نے ترکوں کا ایک دستہ روانہ کیا جس نے آپ کے گھر پر رات کو

کر دیا، مگر انہیں آپ کے گھر میں کچھ نہ ملا، انہوں نے دیکھا کہ آپ ایک بند جبرے میں موت کی بندھی پھینے ہوئے

ریت اور سنگریزوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اللہ سے نودگائے ہوئے تلاوتِ کلامِ پاک کر رہے ہیں

وہ لوگ اسی حال میں پکڑ کر آپ کو متوکل کے پاس لیکے اور کہا، ہمیں ان کے گھر میں سے تو کوئی چیز

ملی۔ بس یہ دیکھا، یہ قبیلہ رو بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اور متوکل اس وقت شراب کر

محفلی میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا۔ آپ جب اس کے سامنے

تو آپ کو دیکھتے ہی اس پر ہیبت سی طاری ہو گئی، اُس نے آپ کو اپنے پہلو میں بٹھالیا اور اپنے ہاتھ

کا پیالہ آپ کی طرف بڑھایا۔

آپ نے فرمایا، امیرِ گوشت اور خون کمی شراب سے آلودہ نہیں ہوا، مجھے معاف

اُس نے کہا، اچھا خیر شراب نہ پیجیے مگر کوئی شعر تو سنائیے۔

آپ نے فرمایا، مجھے شعر ہیبت کم یاد ہیں۔

اُس نے کہا، اب تو آپ کو سنانا پڑے گا۔

آپ نے فرمایا، اچھا، سنو! (اور پھر آپ نے یہ اشعار سنائے جن خلاصہ یہ ہیں)

کچھ لوگ ایسے عالی مرتبہ تھے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر شب بسر کرتے تھے مگر ان چوٹیوں  
نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اس اعزاز اور شان و شوکت کے بعد وہ ایسے گرے  
کہ گوشہ قبر میں پہنچ گئے۔ اور واقعاً ان کے لیے یہ کتنی بُری منزل ہے۔ ان کے قبر میں

دفن ہونے کے بعد منادی نے ندا دی، بتاؤ وہ زیورات، وہ تمھارا تاج، وہ تمھارا  
مُٹے کہاں ہیں؟ وہ تمھارے نرم و نازک چہرے کہاں ہیں جن کے لیے پردے پڑے  
رہتے تھے؟

قبر ان کی طرف سے جواب دے گی کہ اب تو ان ہی چہروں پر کیڑے رینگ

رہے ہیں۔ انہوں نے ایک طویل عرصہ تک کھایا اور پیا ہے، مگر اس کھانے اور

پینے کے عوض آج ان کو خود کھایا جا رہا ہے۔

یہ اشعار سن کر متوکل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اتنا روایا کہ ساری داروہی

آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ پھر اُس نے حضرت علی بن محمد علیہ السلام کو چار ہزار

دینار دیئے اور عزت و احترام کے ساتھ آپ کے گھر آپ کو رخصت کیا۔

• کراچی نے کنز انوار میں تحریر کیا ہے، پھر متوکل نے اپنے ہاتھ کا سپا لہ زمین پر

پلک دیا، اور اس دن اس کا شراب نوشی کا مزہ اکر لیا ہو گیا۔ (کنز انوار کراچی)

تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۲۱۴

### ⑤ = مریہ سے روانگی

یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ

متوکل کو حضرت امام علی النقی علیہ السلام کے متعلق کچھ غلط اطلاعات پہنچیں، تو اُس نے مجھے آپ

کو لانے کے لیے مریہ بھیجا۔ جب میں (مع اپنی فوج کے) وہاں پہنچا تو اہل مریہ راز و قطار رونے اور

چیننے چلانے لگے، اتنا رونا اور چیخنا تو میں نے زندگی میں کبھی نہ سنا تھا۔ میں نے ان کو تسکین دی

اور حلف سے کہا کہ مجھے ان کو کوئی گزند پہنچانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

میں نے وہاں پہنچ کر آپ کے گھر کی خانہ تلاشی لی، مگر چیز مصحف اور دعاؤں کی کتابوں

یا اسی طرح کی دواؤں کی چیزوں کے علاوہ اور کچھ نہ ملا۔ میں ان کو مریہ سے لے کر چلا، ان کی خدمت کرتا

رہا۔ اور آپ کا سیرہ اساتذہ اچھا گذرنا رہا۔

جب میں مدینہ، السلام پہنچا تو اسحاق بن ابراہیم ظاہری کا سامنا ہوا وہ بغداد کا حاکم تھا

اس نے کہا، یحییٰ! یہ شخص اولادِ رسولِ مہم سے ہے اور تمہیں معلوم ہی ہے کہ متوکل

کون ہے، اگر تم نے اس کو ذرا اُٹھارا، تو وہ انہیں قتل کر دے گا اور قیامت کے دن حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے خلاف مدعی ہوں گے۔

میں نے کہا، خدا کی قسم، میں نے ان میں نیسکی کے علاوہ اور کوئی برائی نہیں دیکھی۔

چنانچہ میں آپ کو لیے ہوئے سامرا پہنچا، وہاں وصیعتِ ترکی سے ملاقات ہوئی

اُس نے مجھ سے کہا سنو! اگر اس شخص کے سر کا ایک بال بھی ٹوٹا تو یاد رکھنا کہ اس  
 انتقام میرے سوا کوئی اور نہ لے گا۔  
 مجھے ان دونوں کی باتوں پر بڑا تعجب ہوا میں نے متوکل سے، جو خوبیاں آپ میں  
 خود دیکھیں یا لوگوں سے سنی تھیں، وہ سب بیان کیں۔ اس نے امام علیؑ کو بہت سا انعام  
 عطا فرمایا اور بہت حسن سلوک اور کرام سے پیش آیا۔  
 محمد بن فرج نے ابی دعامہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؑ بن  
 علیؑ سلام مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو میں آپ کی عیادت کو گیا مزاج پرسی کے بعد وہ اپنی کارواہ کیا۔  
 آپ نے فرمایا اے ابودعامہ! مجھ پر تمہارا حق ہے، میں ایک حدیث بیان کروں  
 سن کر تم خوش ہو جاؤ؟

میں نے عرض کیا، فرزند رسول! اس سے بہتر کیا بات ہوگی، ضرور بیان فرمائیے۔  
 آپ نے فرمایا، مجھ سے بیان کیا میرے پدربزرگوار محمد بن علیؑ نے، انہوں نے کہا مجھ سے  
 بیان کیا میرے پدربزرگوار علی بن موسیٰ نے، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدربزرگوار  
 بن جعفر نے، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدربزرگوار جعفر بن محمد نے، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے  
 بیان کیا میرے پدربزرگوار محمد بن علیؑ نے، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدربزرگوار  
 نے، ان کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے پدربزرگوار حسین بن علیؑ نے، ان کا بیان ہے کہ  
 سے بیان کیا میرے پدربزرگوار حضرت علی بن ابی طالب نے، انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! لکھو!  
 میں نے عرض کیا، کیا لکھوں؟ ارشاد فرمائیے۔

آپ نے ارشاد فرمایا لکھو! بسم اللہ الرحمن الرحیم، ایمان وہ ہے جو دل  
 میں رہتا ہے اور اعمال سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اور اسلام وہ ہے جو زبان پر جاری ہوتا  
 اور اس کی وجہ سے مناکحت جائز ہوتی ہے۔  
 ابودعامہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، فرزند رسول! میں نہیں بتا سکتا کہ اس  
 دونوں میں کون بہتر ہے، یہ حدیث یا اس حدیث کے اسناد؟  
 فرمایا یہ حضرت علی بن ابی طالبؑ سلام کے ہاتھ کی تحریر ہے جسے جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے گئے ہیں اور حضرت علیؑ سلام لکھتے گئے ہیں۔ یہ تحریر ہم لوگوں کو بیوقوف  
 چھوٹوں کو وراثت میں ملتی ہی آتی ہے۔  
 روایت دیکھیں: روایت کی گئی ہے کہ بریکہ عباسی نے متوکل کو خط لکھا، اگر تجھے مکر اور دین

کی ضرورت ہے تو عسلی بن محمد کو یہاں سے نکال وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں اور بہت  
 سے لوگ آپ کے پیرو بن گئے ہیں اور اسی مضمون کا ایک خط متوکل کی زوجہ نے بھی تحریر کیا تو متوکل نے  
 یحییٰ بن ہرثمہ کو روانہ کیا اور ایک بہت اچھا خط حضرت امام ابوالحسن علیؑ سلام کو تحریر کیا جس میں  
 لکھا کہ مجھے آپ سے ملنے کا بجا اشتیاق ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ ضرور تشریف لائیں اور  
 پھر یحییٰ کو حکم دیا کہ تم ان کو لینے کے لیے جاؤ اور ایک خط بریکہ کو بھی تحریر کیا۔  
 یحییٰ مدینہ پہنچا اور بریکہ سے ملا اے متوکل کا خط دیا۔ پھر دونوں حضرت ابوالحسن علیؑ سلام  
 کے پاس گئے، متوکل کا خط پڑھا۔ آپ نے تین دن کی مہلت مانگی۔ یہ لوگ تین دن بعد پہنچے تو دیکھا  
 کہ سواروں پر زین وغیرہ کسی ہوئی ہیں، سامان بندھے ہوئے ہیں، ہر کام سے فراغت کے بعد امام علیؑ سلام  
 نکلے اور عراق کا رخ کیا آپ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔

● حضرت ابوالحسن علیؑ سلام کا مدینہ سے سرمن رائے جانے کا سبب یہ ہوا کہ عبداللہ بن  
 جو مدینہ منورہ میں امور جنگ اور نماز کا وال بنا یا گیا تھا اس نے متوکل سے حضرت ابوالحسن علیؑ سلام کی پناہ  
 لگائی۔ اس کا مقصد آپ کو محض ستانا تھا۔  
 یہ خبر جب حضرت ابوالحسن علیؑ سلام کو ملی تو آپ نے متوکل کو ایک خط لکھا کہ عبداللہ بن محمد  
 مجھ پر بہت زیادتی کر رہا ہے اور جو شکایات اُس نے میرے متعلق آپ سے کی ہیں وہ سب غلط اور جھوٹی ہیں  
 متوکل نے سبائے اس کے کہ آپ کے خط کا کوئی اثر لیتا اور اس کا تدارک کرتا، حکم دیا کہ  
 بہتر یہ ہے کہ آپ سرمن رائے تشریف لائیں۔  
 چنانچہ اس نے آپ کو یہ خط لکھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ:  
 اما بعد: امیر المؤمنین آپ کی قدر و منزلت کو خوب جانتے ہیں ان کو قرابت کا پورا  
 پورا لحاظ ہے۔ آپ کے اور آپ کے اہلبیت کی ہر خدمت پر تیار ہیں، تاکہ آپ لوگوں کے حالات اللہ  
 بہتر کر دے اور آپ لوگوں کی عزت اور آپ کا وقار باقی رہے۔ آپ اور آپ کے اہلبیت اس کو کون  
 سے رہیں وہ صرف رضائے الہی کے لیے چاہتے ہیں کہ آپ لوگوں کے متعلق اس کا جو فرض ہے اسے ادا کرے  
 امیر المؤمنین کا خیال ہے کہ جو کہتے ہیں اس نے کی ہیں وہ محض اس لیے کہ وہ آپ کے حق  
 سے ناواقف اور آپ کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا تھا اور جو اتہام اُس نے لگا یا ہے اور جن باتوں  
 کو اُس نے آپ کی طرف منسوب کیا ہے امیر المؤمنین جانتے ہیں کہ آپ اس سے بالکل بری اور اللعن  
 ہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کی نیت صاف ہے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔ ہرگز ہرگز آپ کا  
 نفس ان اتہامات میں آلودہ نہیں ہے۔

میں نے آپ کو سلام کیا،  
آپ نے جواب سلام دیا اور فرمایا، بیٹھ جاؤ۔  
میں بیٹھ گیا۔

پھر آپ نے فرمایا، اے صقر! فکر نہ کرو، اس وقت یہ لوگ مجھ کو کوئی گزند نہ پہنچا  
سکیں گے۔

میں نے کہا، الحمد للہ، پھر عرض کیا، میرے سید و سوار ایک حدیث  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جس کا مطلب مجھ میں نہ آیا۔

آپ نے فرمایا، وہ کون سی حدیث ہے؟  
میں نے عرض کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ  
”ایام سے دشمنی نہ کرو، ورنہ وہ بھی تم سے دشمنی کریں گے“

اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں، ایام سے مراد ہم لوگ ہیں۔ جب سے یہ زمین و آسمان  
بنائے گئے ہیں۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ہے اور احد سے کنا یہ ہے  
امیر المؤمنین علیؑ کی طرف، اثنین سے مراد حسن و حسین علیہما السلام ہیں۔ الثلثا  
سے مراد علیؑ ابن اہسین، و محمد بن علیؑ و جعفر بن محمد ہیں۔ الاربعاء سے مراد، موئیی بن جعفر و علیؑ  
بن موئیی، و محمد بن علیؑ اور میں ہوں۔ اور خمیس سے مراد، میرا فرزند حسن بن علیؑ آتی ہے اور جمعہ  
سے مراد میرے فرزند کا فرزند ہے جس کا گروہ اسی کے پاس جمع ہوگا اور وہی زمین کو عدل و داد سے  
اس طرح بھرے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔

یہ ہے مفہوم ایام کا، ان سے دنیا میں دشمنی نہ کرو، ورنہ یہ آخرت میں تمہارے  
دشمن ہوں گے۔

اس کے بعد فرمایا، اچھا خدا حافظ، جاؤ۔ میں تمہیں خطرے سے محفوظ نہیں سمجھتا۔

(معانی الاخبار ص ۱۳۳، اعلام ابوری طہری ص ۱۱۱)

ہراتی نے بھی علی بن ابراہیم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔ دکنال امین جلد ۲ ص ۱۱۱

## ⑤ = بنی ہاشم کا پاپیادہ جلوس

روایت میں ہے کہ جس سال متوکل قتل

ہوا۔ عید الفطر کے دن اس نے حکم دیا کہ سارے بنی ہاشم اس کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلیں۔

اس کا مقصد صرف حضرت ابوالحسن علیؑ سلام کو اپنی سواری کے آگے پاپیادہ چلانا تھا۔  
چنانچہ بیچارے سارے بنی ہاشم اور ان ہی کے ساتھ حضرت ابوالحسن علیؑ سلام  
اپنے ایک غلام کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے چلے تو شمیون میں سے چند لوگ آپ کے سامنے آئے  
اور عرض کیا:

یا سیدنا! کیا دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کی دعا اللہ قبول فرمائے اور  
ہم لوگوں کو اس ظالم سے نجات دلائے؟

آپ نے فرمایا، اس دنیا میں ایک شخص ہے جس کا کتا ہونا ناخن اللہ کے نزدیک  
ناقہ صالح (قوم ثمود) سے کہیں زیادہ مکرم ہے۔ جب ناقہ کو پے کیا گیا اور اس کے بچے نے اللہ سے  
فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”تَمْتَحُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعَدُّ غَيْرِ

مَكْدُؤِبٍ“ (سورہ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ (تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے لوٹ لو۔ یہ وعدہ عذاب ایسا ہے جسے  
جھٹلایا نہیں جاسکتا۔)

اس کے بعد متوکل تیسرے ہی دن قتل ہو گیا۔

## ④ = متوکل کے قتل کی پیشگوئی

حسین بن محمد کا بیان ہے کہ جب  
متوکل نے حضرت ابوالحسن علیؑ سلام کو قید کر کے علی بن کر کے حوائی کر دیا۔ تو آپ نے فرمایا:  
”میں اللہ کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ مکرم ہوں۔ سنو! تم لوگ اپنے گھروں میں  
تین دن اور عیش کرو، یہ وعدہ چھوٹا نہیں ہے۔“ (ترجمہ سورہ ہود آیت ۶۵)

دوسرے دن متوکل نے آپ کو رها کر دیا اور معذرت خواہ ہوا، تیسرے دن یاغزو  
تامش و معطون نے متوکل پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ اس کے بیٹے منصر کو تخت خلافت  
پر بیٹھ دیا۔

ابو سالم کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ متوکل نے فتح کو حکم دیا کہ ابوالحسن علیؑ سلام  
کو قید کر لو۔

اس کا ذکر اس نے حضرت ابوالحسن علیؑ سلام سے کیا۔

آپ نے فرمایا تَمْتَحُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعَدُّ غَيْرِ مَكْدُؤِبٍ

بنا بریں اب امیر المؤمنین نے محمد بن فضل کو ہمال کا والی بنا دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ آپ کا اکرام و احترام کرے، اس طرح اس کو اللہ اور امیر المؤمنین دونوں کا تقرب حاصل ہوگا، مگر امیر المؤمنین کو آپ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے، چاہتے ہیں کہ آپ سے عہد تازہ کریں اور آپ کے چہرہ انور کی زیارت کریں۔

اگر آپ امیر المؤمنین سے ملاقات اور ان کے پاس قیام کے لیے آمادہ ہیں تو اپنے اہل و عیال اپنے حوالی و ملازمین کے ساتھ چاہیں پورے اطمینان کے ساتھ تشریف لائیں، راہ میں جب چاہیں منزل کریں اور جب چاہیں کوچ کریں، جو آسانی آپ چاہیں، وہ سب آپ کو میسر ہوں گی، اگر آپ چاہیں تو یحییٰ بن ہرثمہ امیر المؤمنین کا عتلام مع فوج آپ کے ساتھ ساتھ چلے گا جس راستے سے آپ آئیں گے اسی راستے سے وہ بھی آئے گا۔ اس سلسلے میں سارا اختیار آپ کو ہوگا۔ میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کرے

(کاتب ابراہیم بن عباس مؤرخ جہادی لاخوری)

جب یہ خط حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام کو موصول ہوا تو آپ نے سامانِ درست کیا اور روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ یحییٰ بن ہرثمہ بھی تھا۔ قطع منازل کرتے ہوئے سرمن رلے پہنچے تو متوکل کا حکم ہوا کہ آج داخلے کی اجازت نہیں۔ لہذا آپ نے خان صالح ایک (فقیروں کی سرانے) میں قیام کیا۔ متوکل کا حکم ہوا کہ ایک مکان خالی کر دیا جائے۔

مکان خالی ہوا تو آپ اس میں منتقل ہو گئے۔ (اعلام النوری ص ۳۲۸-۳۲۹)

صالح بن سعید سے روایت ہے کہ جس روز حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام سرمن رلے ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپ پر فرمان یہ لوگوں سے ارادہ کیے ہوئے ہیں کہ آپ کے نور کو بھادیں اور آپ کی اہمیت کو کم کریں۔ حدیثی کہ ان لوگوں سے آپ کو خان صالح ایک میں اتارا جو بدترین سرانے ہے۔

آپ نے فرمایا، اے سعید! تم اسی منزل پر ہو؟  
 اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا، تو ایک ہیک میں نے خود کو نہایت خوبصورت اور سرسبز باغات میں پایا، جس میں نہریں جاری تھیں، خوشبو میں بسی ہوئی تھیں، موتی کی طرح روشن رو (رخ) غلام تھے۔  
 یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا، مجھے بڑا تعجب ہوا۔  
 آپ نے فرمایا اے ابو سعید! تم نے دیکھا؟ یہ ہے ہم لوگوں کا جائے قیام اور

مقام، ہم لوگ خان صالح ایک میں نہیں ہیں۔

حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام جب تک سرمن رلے میں رہے بظاہر بڑے ہی احترام و اکرام کے ساتھ رہے، متوکل اس کوشش میں تھا کہ کوئی حیلہ اور بہانہ لے، مگر اسے کوئی بہانہ نہ مل سکا۔ اس سے طویل بحثیں اور گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ اگر اس سب کو تحریر کیا جائے تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

صقر بن ابی دلعت کرخی کا بیان ہے کہ جب متوکل نے سیدنا ابو الحسن حضرت امام علی ہنفی علیہ السلام کو قید کر دیا تو میں آپ کی خیریت معلوم کرنے کے لیے پہنچا۔ زرقانی نے جو متوکل کا حاجب تھا ایک نظر میری طرف دیکھا اور حکم دیا۔ انھیں اندر لانا میں اندر گیا تو لوپو چھائے صقر کیا حال ہے؟ میں نے کہا، استاد سب خیریت ہے۔

اُس نے کہا، بیٹھ جاؤ۔  
 اب مجھے اگلی پھلی باتیں یاد آنے لگیں۔  
 ”میں نے کہا، اس وقت میرا آنا غلط رہا۔“

تھوڑی دیر میں سب لوگ چلے گئے جب تنہائی ہوئی تو بولا تمہارا کیا حال ہے کیوں لے ہو؟ میں نے کہا، خیر خیر معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں۔  
 اُس نے کہا، شاید تم اپنے مولا کا حال معلوم کرنا چاہتے ہو؟  
 میں نے کہا، میرا مولا کون؟ میرے مولا تو امیر المؤمنین ہیں۔

اُس نے کہا، خائوش، تمہارا مولا حتی پر ہے، ہمیں نہہر کاؤ میں خود تمہارے مذہب پر پورے میں نے کہا، الحمد للہ  
 اُس نے کہا، کیا تم ان کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟  
 میں نے کہا، ہاں۔

اُس نے کہا، بیٹھو ذرا، ایک فرستادہ ان کے پاس سے واپس آجائے۔  
 میں بیٹھ گیا۔

جب فرستادہ باہر نکل آیا تو زرقانی نے غلام سے کہا، ان کو اس حجرے میں پہنچا دو جس میں وہ علوی قید ہے اور پہنچا کر واپس چلے آؤ۔  
 غلام مجھے اس حجرے میں لے گیا۔ اُس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے ایک پہلو میں ایک برقعہ رکھی ہوئی ہے۔

یہ خبر متوکل کو ملی تو اس نے کہا: تین دن بعد میں خود ان کو قتل کر دوں گا۔ مگر تیسرے دن متوکل اور فرخ دونوں کو قتل کر دیا گیا۔ (مناب حلیم ص ۱۰۰)

اعلام الوری میں حسن بن محمد بن جہور می سے روایت ہے اس کا بیان ہے میرے بھائی حسین بن محمد نے مجھے بتایا کہ میرا ایک دوست تھا جو بنگا (ترکی سردار) کے کوٹھڑیا تھا، اس نے بیان کیا کہ دارالخلافت سے واپس ہوتے ہوئے اسیر نے مجھے بتایا کہ ابھی آج ایک شخص کو جسے لوگ ابن الرضا کہتے ہیں قید کر کے علی بن کر کے حوالہ کر دیا۔ اور میں نے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ کرم ہوں اور یہ آیت تلاوت کرتا تھا: **سُنَّاكَ تَمْتَحُوْنِي ذٰرِكُمْ ثَلَاثًا اَيَّاهُ ذٰلِكَ وَعَدُوْغَيْرُكَ كَذٰبٍ** (سورہ ہود آیت ۶۵)

ترجمہ: دم لوگ اپنے گھسوں میں تین دن اور رہ لو یہ وعدہ جو ٹا نہیں ہے۔ اس کے بعد انھوں نے نہ کوئی آیت پڑھی اور نہ کوئی بات کی، آخر اس کا اس معلم کا بیان ہے کہ میں نے کہا اللہ آپ کے اعزاز کو اور بڑھائے۔ یہ انھوں نے ڈرایا ہے سو کچھ تین دن بعد کیا ہوتا ہے؟ دوسرے دن امیر المومنین نے ابن الرضا کو رہا کر دیا اور سعادت خواہ ہوا۔ دن آتا تو یاغز و مطعون و تاش اور ان کے ساتھ ایک گروہ نے متوکل پر حملہ کر کے اسے اور اس کی جگہ اس کے بیٹے منتصر کو خلیفہ بنا دیا۔

⑧ = متوکل کے لیے بددعا

ابو روح نسائی سے روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے متوکل کے لیے بددعا فرمائی پہلے حمد و ثنائے بجالائے۔ پھر فرمایا: "پروردگارا! میں اور فلاں شخص تیرے بندوں میں سے دو بندے..... آخر دعا تک"

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس دعا کو ایک دوسرے سلسلہ اسناد سے اور وہ یہ ہے کہ: زرافہ حاجب متوکل جو ایک مروشیہ تھا، کا بیان ہے کہ متوکل کو فرخ بن سے بہت انس تھا اسے وہ تمام لوگوں بلکہ اپنے تمام اعزاء و اقارب اور اہل و عیال سے زیادہ قریب ہونے تھا۔ ایک مرتبہ اس نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو دکھائے کہ فرخ بن خاقان کی منزلت میرے نزدیک کیلئے۔ اس لیے اس نے تمام اہل مملکت کے اشراف اپنے خاندان اپنے وزراء، امراء سرداران

فوج اور تمام ذی وجہ اشخاص کو حکم دیا کہ بہترین لباس میں پوری زیب و زینت کے ساتھ آئیں اور جو میں ہمارے اور فرخ بن خاقان کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلیں، کوئی شخص سواری پر نہ ہوگا صرف ہم اور فرخ بن خاقان سواری پر ہوں گے۔ (یہ واقعہ سرمن رائے کا ہے)

لوگ جمبورا آئے اور حسب مراتب ان دونوں کی سواری کے آگے آگے پاپیادہ چلنے لگے وہ دن سخت گرمی کا تھا، اور اشراف سادات کے گردہ میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بھی تھے۔ اور گرمی رحمت کی وجہ سے آپ کو سخت شتقت برداشت کرنی پڑی۔

زرافہ کا بیان ہے کہ میں آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف بڑھا، اور عرض کیا: اے میرے سید و سردار! جو مشقت اور رحمت اس ظالم و رگش کے ہاتھوں آپ کو اٹھانی پڑی ہے۔ یہ خدا کی قسم بید شاق ہے۔ یہ کہہ کر میں نے آپ کو اپنے ہاتھوں کا سپارا دیا۔

آپ نے فرمایا اے زرافہ! اللہ کے نزدیک ناقہ صالح مجھ سے زیادہ کرم اور عظیم القدر نہ تھا۔ میں اسل آپ سے مسائل دریافت کرتا اور استفادہ کرتا رہا، یہاں تک کہ متوکل اپنی سواری سے اترتا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اب واپس جائیں۔

میں نے سب لوگوں کی سوائیاں حاضر کیں اور سب لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر اپنے گھر گئے۔ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کا بقلہ بھی آپ کے سامنے حاضر کیا۔ آپ اس پر سوار ہو کر چلے تو میں بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر آپ کو گھرنے پہنچانے گیا۔

گھر پہنچ کر آپ سواری سے اترے اور مجھے رحمت کیا، میں واپس آیا۔ میرے بیٹے کا ایک استاد تھا جو شیعہ اور اہل علم و فضل میں سے تھا۔

میری عادت تھی کہ کھانے کے وقت اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بلایا کرتا تھا۔ وہ کھانے پر آیا تو گفتگو چھڑی، متوکل اور فرخ کے جلوس کی کیفیت اشراف اور ذی قدر لوگوں کا ان دونوں کی سواری کے آگے پاپیادہ چلنا۔ پھر میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو جس حال میں دیکھا اور جو کچھ ان سنا، وہ بھی بیان کیا کہ:

آپ نے فرمایا: "ناقہ صالح اللہ کے نزدیک مجھ سے عظیم القدر نہیں"

وہ استاد اس وقت میرے ساتھ کھانا کھا رہا تھا، یہ سنتے ہی اس نے ہاتھ روک لیا اور کہنے لگا، تمہیں خدا کی قسم سچ بتاؤ کیا تم نے واقعات کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ میں نے کہا، واللہ میں نے ان کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے۔

اس نے کہا، اگر ایسا ہے تو پھر جان لو کہ اب متوکل اپنی مملکت میں تین دن سے زیادہ نہیں رہ سکتا، وہ ہلاک ہو جائے گا۔ لہذا آپ اپنے امور کو دیکھ بھال لیں اور اپنے اموال و املاک کو محفوظ رکھیں۔

کہیں ایسا نہ ہو ناگہانی طور پر وہ ہلاک ہو جائے اور تمہارا سارا مال وغیرہ تباہ ہو جائے، اس حادثے کی وجہ سے یا اور کسی سبب سے۔

میں نے کہا، یہ سب باتیں تم کہاں سے کہہ رہے ہو۔؟

استاد نے کہا، کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا ہے قصۃ صالح میں ہے:

مَتَّعُوا فِي ذٰلِكَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ ۗ ذٰلِكَ وَعَدُوٌّ كَذُوْبٍ ۝

(سورہ ہود آیت ۲۵)

اور یہ ممکن نہیں کہ امام نے جو فرمایا ہے وہ غلط ہو جائے۔

زرافہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم تیسرا دن آتے ہی منتہر نے متوکل پر حملہ کر دیا اس کے ساتھ ترکی سردار اور سلام، متوکل فتح بن خاقان دونوں کو ایسا قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ایک دوسرے کی لاش میں امتیاز نہ رہ گیا، اس کی حکومت و سلطنت ختم ہو گئی۔ چھ مہینے

حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام سے ملا، اور یہ بھی بتایا کہ استاد نے مجھ سے کیا کہا تھا۔ آپ نے فرمایا، اس نے سچ کہا تھا۔ بات یہ ہے کہ جب مجھ پر ظلم اس حد تک بڑھ گیا تو میں نے اپنے آباؤ اجداد کے موروثی خزانے کو دیکھا، اس میں سے ایک دُعا نکال جس کا نام ہے مظلوم کی بددُعا ظالم کے برخلاف۔ یہ دُعا تمام اسلوں اور ڈھالوں وغیرہ سے کہیں زیادہ تیز و زور اثر ہے۔ میں نے یہ دُعا پڑھ کر اس کے لیے بددُعا کی۔ اللہ نے اسے ہلاک کر دیا۔

میں نے عرض کیا، میرے سید و سردار اگر مناسب ہو تو وہ دُعا مجھے بھی تعلیم فرمادیں۔ آپ نے مجھے وہ دُعا تسلیم فرمادی۔

(پہچانوات ص ۲۳۲-۲۳۰)

### ۹ = آپ کے قتل میں کون شریک تھا

کتاب اقبال الاعمال میں ماہ رمضان

کی دُعاؤں میں ہے کہ پروردگار! تو اس پر دُہرا عذاب نازل فرما جو اہم کے خون بہانے میں شریک تھا۔ (اور وہ متوکل تھا)

### ۱۰ = صلہ رحمی

ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ متوکل مرض

دُنبیل میں مبتلا ہوا، اور مرنے کی نوبت آگئی۔ کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اس دُنبیل پر نشتر لگائے۔ اس کی ماں نے نذر مانی کہ اگر یہ اچھا ہو گیا تو میں حضرت ابو الحسن علی بن محمد علیہ السلام کی خدمت

میں اپنی ذاتی ملکیت سے ایک معتدبہ (مال کثیر) بطور نذرانہ پیش کروں گی۔

اور فتح بن خاقان نے کہا، آپ اس مرد (یعنی ابو الحسن علیہ السلام) کے پاس

آؤی، بیچ کر کہہ سلائیں، ممکن ہے ان کے پاس ایسی کوئی چیز ہو کہ اللہ اس سے آپ کو شفا عطا فرمائے۔

متوکل نے کہا، اچھا، آؤ بیچ دو۔

آؤی گیا اور واپس آیا۔

اس نے کہا، آپ نے فرمایا ہے کُتب الغم (بکری کی میتگنی) کو عرق گلاب میں

ملا کر نیم گرم کر کے دُنبیل پر رکھ دو، انشاء اللہ شفا ہوگی۔

یہ سن کر متوکل کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ہنسنے لگے۔

فتح نے کہا، اس میں حرج ہی کیا ہے، بس کا بھی تجربہ کر لیا جائے۔ بخیر مجھے تو

امید واثق ہے کہ اس سے ضرور فائدہ ہوگا۔

الغرض کُتب الغم اور عرق گلاب منگوایا گیا اور اسے نیم گرم کر کے دُنبیل پر رکھ دیا

گیا، تھوڑی ہی دیر میں دُنبیل بھٹ گیا اور اندر کا سارا فاسد مادہ (مواد) خارج ہو گیا۔

متوکل کی ماں کو متوکل کی صحت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اس نے حضرت ابو الحسن کے

خدمت میں دس ہزار دینار بیچے اور متوکل کا مرض بالکل دور ہو گیا۔

### ○ = حضرت محمد حنفیہ کی اولاد کی جرأت دلیری

کتاب الاستدراک میں

ابن قولوبہ نے اپنے اسناد کے ساتھ محمد بن العلاء السراج سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے

کہ مجھ سے بختر ہی نے بیان کیا کہ میں مقام منبج میں متوکل کے پاس تھا کہ اولاد محمد بن حنفیہ سے

ایک شیریں چشم و خوش پوشاک شخص حاضر کیا گیا، اس پر کوئی اتہام لگایا گیا تھا۔ اس کو متوکل کے

ساتھ کھڑا کیا، لیکن اس نے اس جوان کی طرف توجہ نہ دی اور فتح بن خاقان سے معروف لنگوٹ

اس جوان کو جب کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی اور متوکل نے اس کی طرف نظر اٹھا کر

بھی نہ دیکھا تو وہ جوان بولا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ نے مجھ کو ادب سکھانے کے لیے بلایا ہے، تو یہ

آپ خود خلافِ ادب کر رہے ہیں اور اگر اس لیے بلایا ہے کہ آپ نے جو یہ اوباشوں کا بیچ لگایا ہوا ہے

ان کے ساتھ میرے گھر والوں کی توہین کریں، تو یہ آپ کے بیچے اور لوگوں کو معلوم ہو چکا۔

متوکل نے کہا، اے حنفی جوان! خدا کی قسم اگر مجھے مسدود اور رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا، اگر میرا ضبط و تحمل مجھے نہ روکتا تو اچھا لگتی تیری زبان اپنے بائع سے کھینچ لیتا، تیرا ستر میرے جسم سے

جدا کر دیتا، اس گت غمی پر تو اگر تیرا باپ محمد بھی ہوتا تو اسے بھی نہ بخشتا۔

اس کے بعد متوکل فتح کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابولہب کی اولاد کی طرف سے ہم لوگوں کو کیا کچھ نہیں سہنا پڑتا۔ حسنی یہ چاہتے ہیں کہ وہ عزت کا مانج جو اللہ نے ہم لوگوں کے سر پر رکھا ہے، ہم سے چھین کر خود پسین میں حسیننی چاہتے ہیں کہ اللہ نے جو نعمتیں ہم پر نازل کی ہیں، ان میں رخنہ ڈالیں۔ (اور)

محمد بن حنفیہ کی اولاد یعنی حنفی اپنی جہالت کی وجہ سے ہماری تلواروں کو اپنے خون سے رنگیں کرنا چاہتے ہیں۔ اس جوان حنفی نے کہا، تم نے کب تحمل و ضبط سے کام لیا ہے اور ہائے خدا پر تم نے کونسا رحم کیا۔ وہ فدک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں ملا تھا اُسے تم لوگ ہضم کر گئے، اس کا وارث ابو جہل بن بیھاہ اور تم نے میرے پیر بزرگوار محمد کا ہڈ کر لیا ہے تو رسول اللہ اور اُس کے رسول نے ان کو جو بلند منزلت اور عزت دیا اسے تم ہیست نہیں کر سکتے جو شرف ملا ہے تم سے کم نہیں کر سکتے تمہاری تو مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

ترجیمہ اشعر: "تمہیں اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں، اس لیے کہ تم قبیلہ نمیر سے ہو، تم ہی کعب بن سے ہو، نہ ہی کلاب میں سے۔" اس کے بعد اس جوان نے اپنے دونوں پاؤں پھیلادیے اور کہا، دیکھ، یہ پاؤں تیری قبیلہ کے لیے حاضر ہیں، یہ میری گردن تیری تلوار کے لیے موجود ہے، میرے قتل کا گناہ بھی اہل ذمے ہے۔ اور اس مظلمہ کا بوجھ بھی اپنے سر پر اٹھالے، اگر تو ایسا کرے گا تو یہ کوئی پہلا ظلم نہ ہوگا، اس سے پہلے تو اور تیرے اسلاف بہت کچھ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ لَا أَشْكُرُ عَلَيْكُمْ إِجْرًا إِلَّا الْوُدَّ فِي الْقُرْبَى (سورہ شوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ :- (کہہ دوئے رسول!) میں تم سے اس کا (رسالت کا) اجر کچھ بھی نہیں مانگتا، مگر اقربا کی محبت (چاہتا ہوں)

مگر خدا کی قسم تو نے رسول کے سوال کو رد کر دیا اور رسول کے قرابتداروں کو جھڑک کر دوسرے سے مودت و محبت کرنے لگا۔ خیر حضورؐ ہی عرصہ میں جب تو حوض کوثر کی طرف شدتِ عطش سے لپکے گا تو میرے جد بزرگوار (علی ابن ابی طالب علیہ السلام) تجھے والد سے مار بھگا میں گے اور تجھے ہرگز اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں گے۔

یہ سن کر متوکل رونے لگا، اٹھا اور اپنی کینزوں کے محل میں چلا گیا۔ دوسرے دن اس کو کھوٹ لایا اور نہایت کچھ انعام و اکرام دے کر اسے رہا کر دیا۔ (کتاب الاستدراک)

۱۱۔ یَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ كَيْ تَفْسِير

کتاب الاستدراک

میں اپنے اسناد کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ متوکل سے لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوالحسن، امام علی بن محمد علیہ السلام، قرآن مجید کی ان دو آیتوں: "وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا" (سورہ الفرقان آیت ۲۶-۲۸)

ترجمہ: (اور اُس دن ظالم (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ اور کہے گا، ہائے افسوس مجھ پر، کاش میں نے الرسول کے ساتھ راہ اختیار کی ہوتی۔ (ترجمہ آیت) ہائے افسوس، کاش، میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔) کے متعلق تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اول و ثانی ہیں۔

متوکل نے کہا، پھر کیا کیا جائے؟ لوگوں نے کہا، ایسا کیجیے کہ تمام لوگوں کو جمع کیجیے اور ان کے سامنے ان سے ان آیات کی تفسیر دریافت کیجیے، اگر انہوں نے یہی تفسیر بیان کی تو جمع خود ان سے سمجھ لے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور تفسیر بیان کی تو پھر وہ اپنے اصحاب کے سامنے رسوا ہوں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ اس نے تمام قاضیوں کو سنی ہاشم اور وہیوں کو بلایا، اور ان کے سامنے ان آیتوں کی تفسیر حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فلاں نا کہہ کر از روئے لسان ان کی پردہ پوشی کی ہے۔ کیا امیر المؤمنین یہ چاہتے ہیں کہ جس کی پردہ پوشی اللہ نے کی ہے، آپ ان کے پردہ کو چاک اور ان کے راز کو فاش کریں۔ متوکل نے کہا، نہیں، میں ہرگز یہ نہ چاہوں گا۔ (کتاب الاستدراک)

۱۲۔ اپنے والد کے جنازے پر گریبان چاک کرنے کا جواز

ابراہیم بن خضیب انباری کا بیان ہے کہ ابو عون ایش نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا کہ آپ نے جو اپنے پیر بزرگوار حضرت امام

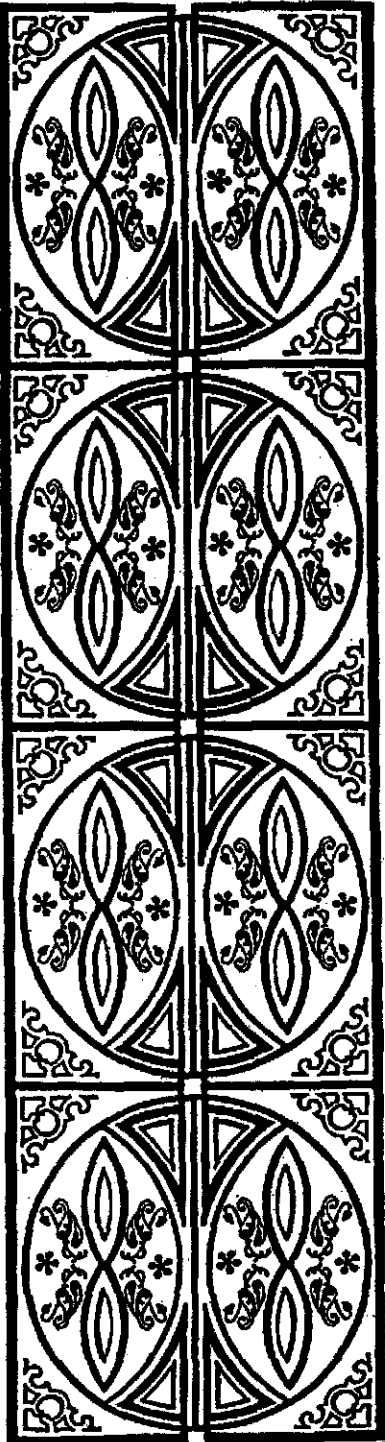
# بخار الانوار



باب



اولادِ امام علیؑ  
اور  
حالاتِ جعفر کذاب



۲۵۶  
ابو الحسن علیؑ کے جنازے پر گریبان چاک کیا اے لوگ برا تصور کر رہے ہیں۔  
آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا اے احمق! کچھ کو اس سے کیا مطلب۔ کان کان  
سن! حضرت موسیٰ علیؑ نے بھی حضرت ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا۔  
اچھا اب اور سن لے، کہ کچھ لوگ مومن پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی مومن  
رہتے ہیں اور مومن ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ کافر پیدا ہوتے ہیں اور ساری زندگی کافر ہی رہتے  
ہیں اور کافر ہی مر جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو مومن پیدا ہوتے ہیں اور زندگی بھر مومن  
رہتے ہیں مگر مرتے وقت کافر ہو جاتے ہیں، اور تو اس وقت تک نہ مرے گا جب تک کافر نہ ہو جائے  
اور تیری عقل سلب کر لی جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا۔ مرنے سے پہلے اس کی عقل زرا  
ہو چکی تھی، یہی سبکی باتیں کرتا اور امامیہ (اصول وغیرہ) کی رو کرتا، اس بنا پر اس کے لڑکے  
اُسے مکان میں بند کر دیا اور لوگوں سے ملنے کو روک دیا، پھر اسی سال میں وہ مر گیا۔  
(رجال الکشی ص ۲۸۰)



① اولادِ امام علی النقی علیہ السلام

کتاب اعلام الوری اور کتاب الارشاد

میں ہے کہ حضرت ابوالحسن امام علی النقی علیہ السلام نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ابوجعفر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو چھوڑا جو آپ کے بعد درجہ امامت پر فائز ہوئے۔ نیز حسین محمد و جعفر کو چھوڑا ایک دختر عائشہ نام کی چھوڑی۔

کتاب مناقب میں مرقوم ہے کہ حضرت امام علی النقی علیہ السلام کی اولاد میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور حسین محمد و جعفر کذاب اور ایک دختر جن کا نام علیہ تھا۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ صفحہ ۱)

② جعفر کا کردار بلادران یوسف جیسا

گلیٹی نے اسحاق بن یعقوب

سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن عثمان عمری سے درخواست کی کہ وہ میرا امام عصر عمل اللہ فرجہ تک پہنچادیں، جس میں میں نے اپنے مشکل مسائل تحریر کر دیے ہیں۔ اس کے جواب میں مولانا صاحب الزمان علیہ السلام کے دست مبارک کی تحریر آئی وہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور اس ہدایت پر ثبات قدم رکھے۔ تم نے میرے اہل خانہ اور میرے بنی عم میں سے جو لوگ میری امامت اور میرے وجود کے منکر ہیں، کے متعلق سوال کیا ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان کسی کی نہ قرابت ہے اور نہ آپس میں کوئی رشتہ داری ہے۔ جس نے مجھ سے انکار کیا وہ مجھ سے نہیں ہے، اس کا حال بالکل پتھر کا سا ہے۔ اب رہ گیا میرے چچا جعفر کا کردار، تو ان کا کردار بالکل بلادران یوسف جیسا ہے۔

(نیبہ شیخ صفحہ ۱۸۸، احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۲)

③ جعفر کذاب کا امام عصر کی تفتیش پر مقرر ہونا

ابو خالد کاہلی سے روایت

ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علی ابن الحسین امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے بعد امام اور جنت خدا کون ہیں۔

آپ نے فرمایا: میرا فرزند محمد جن کا نام تواریت میں باقر ہے جو علم کو کا حقیقہ شگافتہ کرے گا۔ وہی میرے بعد جنت خدا اور امام ہوں گے۔ اور محمد کے بعد ان کے فرزند جعفر امام ہوں گے جن کا نام اہل آسمان میں صادق ہے۔

میں نے عرض کیا: مولایہ فرمائی کہ انہی کا نام صادق کیوں ہے؟ حالانکہ آپ سب ہی حضرات (ائمہ) صادق ہیں۔

آپ نے فرمایا، سنو! میرے پیر بزرگوار نے مجھ سے بیان فرمایا، اور ان سے ان کے پیر بزرگوار نے اور ان سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، جب پیدا ہوگا تو اس کا نام صادق رکھو، اس لیے کہ اس کی اولاد میں سے پانچویں پشت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام جعفر ہوگا وہ اللہ پر چھوٹا ہاندھے اور جبارت کرتے ہوئے دعوتِ امامت کرے گا، مگر وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذاب ہوگا۔ اللہ پر افترا طرازی کرے گا، وہ ایسی چیز کا دعویٰ کرے گا جس کا وہ اہل نہیں ہوگا، وہ اپنے پیر بزرگوار کا مخالف ہوگا، اپنے معانی سے حد کرے گا اور ولی اللہی کے نسبت کے وقت سب اللہی کو افتاء کرنا چاہے گا۔

یہ فرما کر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور شدید گریہ فرمایا: پھر فرمایا، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جعفر کذاب کو اس زمانہ کے ظالم و جابر بادشاہ نے اس امر پر مقرر کیا ہے کہ وہ اس ولی خدا (ولی عصما) اور اللہ کی حفاظت کے ساتھ پردہٴ غیب میں رہنے والے کی کھوج لگائے۔ یہ ان کی ولادت سے ناواقف ہوگا اور اگر مل جائیں تو انہیں قتل کر دے تاکہ اس کے باپ کی میراث اسے ملے۔ (احتجاج صفحہ ۱۶۲)

④ جعفر کذاب کے متعلق توفیق امام عصر

سعد بن عبد اللہ اشعری نے

شیخ صدوق احمد بن اسحاق ابن سعد اشعری سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ہمارے

اصحاب میں سے ایک شخص نے ہمیں آگے یہ بتایا کہ جعفر (کذاب) بن علی اتقی نے اس کے پاس ایک خط بھیجا ہے جس میں اس نے اپنا تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اپنے بھائی (امام حسن عسکری علیہ السلام) کے بعد میں قیام ہوں۔ میرے پاس ہر حلال و حرام شے کا علم ہے بلکہ اس کے علاوہ وہ تمام علوم میرے پاس ہیں جن کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔

احمد بن اسحاق (شیخ صدوق علیہ الرحمہ) کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کا خط پڑھا تو ایک عریضہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور جعفر (کذاب) کا یہ خط بھی اپنے عریضے کے اندر رکھ کر آپ کے پاس روانہ کیا۔ اس کا جواب یہ آیا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ : اللہ تمہیں باقی رکھے، تمہارا خط ملامتِ حسن کے الفاظ میں اختلاف اور مکرر غلطیاں ایسی ہیں کہ اگر تم نے ان پر غور کیا ہوتا تو میری طرف تم کو بھی ان غلطیوں کا علم ہو جاتا۔

سنو! اللہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ حق کو تمام تک پہنچا کر اور باطل کو مٹا کر رہے گا، اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر وہ خود شاہد ہے اور قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، جب ہم سب لوگ جمع ہوں گے تو جس میں ہم لوگ اختلاف کر رہے ہیں اس کے متعلق سوال ہو گا۔ اللہ نے اس خط کے لکھنے والے جعفر (کذاب) کو مکتوب الید پر یا تم پر یا مخلوقات میں سے کسی پر نہ امام بنا یا ہے اور نہ اس کی اطاعت فرض کی ہے۔ میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کروں گا جو انشاء اللہ تمہارے لیے کافی ہوگی۔

اے عریضہ بھیجے والے! اللہ تم پر رحم کرے واضح ہو کہ اللہ نے کسی کو عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ کسی کو بیکار چھوڑ دیا ہے بلکہ انہیں اپنی قدرت سے پیدا کیا اور انہیں کان، آنکھ، دل اور عقل و سمیع عطا فرمائی، پھر ان کے پاس انبیاء بھیجے جنہوں نے اگر انہیں بشارتیں دیں، انہیں عذاب سے ڈرایا، انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا، اور اس کی نافرمانی سے منع کیا، اور یہ لوگ اپنے خالق اور اپنے دین کی جن باتوں سے ناواقف تھے، وہ بتلائیں۔ اللہ نے ان انبیاء پر کتابیں نازل فرمائی، ان کے پاس فرشتے بھیجے اور کھلے ہوئے دلائل و براہین اور غالب ہونے والے معجزات دیکر ان انبیاء میں اور دیگر لوگوں میں اپنے فضل و کرم سے فرق واضح فرمادیا۔

ان میں سے کسی کے لیے آگ کو بروا و سلاما (ٹھنڈا) کر دیا اور اسے اپنا خلیل

بنایا۔ کسی سے (کہہ طور پر) کلام کیا، اور ان کے عہد کو اژدہا بنا دیا، کوئی اللہ کے حکم سے مڑوں کو زندہ کرتا، بیماریوں کو شفا دیتا، کسی کو اس نے طائروں کی بولی سکھادی اور ہر شے عطا فرمادی، اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا، ان پر اپنی نعمت کو تمام کیا اور سلسلہ رسالت کو ختم کیا اور ان کی سچائی کو جس طرح ظاہر کیا، ان کی آیات و علامات و معجزات کو جس طرح واضح کیا، وہ سب کو معلوم ہے، پھر وہ قابل تعریف، بے مثل و باسعادت زندگی بسر کر کے دنیا سے اٹھے، اللہ نے ان کی قبض روح فرمائی۔

آپ کے بعد یہ لہر بدایت آپ کے بھائی آپ کے ابن عم، آپ کے وصی و آپ کے وارث علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سپرد ہوا، اور ان کے بعد ان کے اولاد میں جتنے اوصیاء تھے، یہ بعد دیگر یہ عہدہ ان کے سپرد ہوتا گیا۔ اللہ نے ان حضرات کے ذریعے سے اپنے دین کو زندہ رکھا، اپنے نور کو تمام کرتا رہا، پھر ان کے اوصیاء کے اور ان کے بھائیوں، ان کے بنی اعمام، ان کے اقرباء اور ان کے رشتہ داروں کے درمیان واضح فرق رکھا، تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حجت خدا کون ہے، حجوج کون ہے، امام کون ہے، ماموم کون ہے اور وہ اس طرح کہ ان اوصیاء کو مخصوص بنا یا انہیں گناہوں محفوظ رکھا، ہر طرح کے عیب سے دور رکھا، ہر طرح گندگی و آلودگی سے پاک رکھا، انہیں اپنے علم کا مخزن اپنی حکمت کا امامت دار اور اپنا محرم راز بنا یا اور دلائل و براہین سے ان کی تائید و مدد کی، اگر ایسا نہ ہوتا تو تمام لوگ برا نظر آتے اور ہر شخص امر الہی اور عہدہ خداوندی کا دعویٰ ہوتا، اور اس کی شناخت نہ ہو سکتی کہ حق کیا ہے، باطل کیا ہے، عالم کون ہے، جاہل کون ہے؟

چنانچہ اس مبطل (جعفر کذاب) نے جو دعویٰ کیا ہے وہ باطل اور بالکل جھوٹا ہے۔ یہ اس کا دعویٰ کرنا، اللہ پر استہام ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیسے اُمید رکھتا ہے کہ اپنے دعویٰ کو ثابت کر سکے گا، کیلئے سے تفقہ فی الدین (دینی معلومات) ہے؟ خدا کی قسم اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے، غلط کیلئے ہے، صحیح کیا ہے؟ کیا اس کے پاس علم ہے؟ نہیں، نہ وہ حق و باطل میں فرق جانتا ہے نہ محکم و متشابہ میں امتیاز کر سکتا ہے۔ بلکہ حدیث ہے کہ وہ حد و نماز اور اس کے اوقات سے بھی نااہل ہے، کیا اس کے پاس ورع و تقویٰ ہے؟ اللہ شاہد ہے کہ اس نے نماز زنیہ کجا لیس دن تک محض اس خیال سے ترک کیے رکھا کہ اسے جاہد اور شہیدہ بازی آجائے گی، اور

شاید اس کی خبر تم لوگوں تک بھی پہنچی ہو۔  
سنو! اُس کے گھر میں ظروفِ مُسکرہ (شراب کے برتن) رکھے ہوئے ہیں جو  
اللہ کی نافرمانی اور اُس کے عصیان کی کھلی ہوئی دلیل ہیں کیا اس کے پاس کوئی  
معجزہ اور نشانی ہے؟ اگر ہے تو وہ پیش کرے، کوئی حجت اگر اُس کے پاس ہے تو  
قائم کرے، کوئی دلیل ہے تو وہ لے آئے۔؟  
اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرماتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ • حَمْدٌ ۙ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ  
اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ • مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ  
وَ اَجَلٍ مُّسَدَّدٍ • وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنزِلُوْا مَعْرُضُوْنَ • فَسَلِّ  
اَرۡسَلۡنَا مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوۡنِ اللّٰهِ اِرۡسَلۡنَا مَا تَدْعُوۡنَ مِنَ الْاَرْضِ  
اَمْ لَهُمْ شِرۡکٌۢ بِالۡسَّمٰوٰتِ اِیۡتُوۡنِیۡ بِکِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ هٰذَاۤ اَوْ اَشۡرَکَۃَ  
مِیۡنَ عِۡلَمِۡنَا اِنۡ کُنۡتُمْ صٰدِقِیۡنَ • وَمَنْ اَضَلۡ مِثۡنَ یَدۡ غَوٰیۡمٍ  
دُوۡنَ اللّٰهِ مَنْ لَا یَسۡتَجِیۡبُ لَهٗ اِلَیۡ یَوْمِ النِّقَمَةِ وَهُمۡ عَنِ دَعَاۤیِہِمْ  
غٰفِلُوۡنَ • وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ کَانُوۡا لَهُمۡ اَحۡدَاۡءً وَّکَاۡوِیۡمًا  
کٰفِرِیۡنَ • (سورہ احقاف آیات ۱ تا ۱۰)

ترجمہ: (اللہ کے نام سے) شروع کرتا ہوں) جو رحمن و رحیم ہے۔ حامیم۔ کتاب کا  
نزول اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے ہے (اور) ہم نے آسمانوں اور زمین  
کو اور جو کچھ ان کے ما بین ہے ایک مقررہ مدت کے لیے حق کے ساتھ خلق کیا۔ اور  
وہ جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ اس سے نڈر گراں ہیں جس سے کہ انہیں ڈرایا جاتا ہے  
کہہ دے۔ غور تو کرو۔ کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ تو سبھی کہ انہوں  
نے زمین میں کیا خلق کیا ہے یا ان کی آسمانوں میں کوئی شراکت ہے؟ اگر تم سچے ہو تو میرے  
پاس کوئی اس سے پہلے کی کتاب یا علم کے کوئی آثار لے آؤ۔ اور اس شخص سے زیادہ  
گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اُس کا جو  
نہیں۔ اور انہیں اُن کی پکار کا شعور بھی نہ ہو۔ اور جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو  
وہی (جہود) اُن کے دشمن اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔)

اللہ کی توفیق تمہارے شامل حال رہے جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے ذرا اُس  
کے متعلق اس ظالم سے پوچھو۔ اس کا امتحان لو، اُس سے قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر ہی

پوچھ لو، یا یہ دریافت کرو کہ نماز کے حدود کیا ہیں، اس کے واجبات کیا ہیں؟ تاکہ میں  
معلوم ہو جائے کہ اس کا حال کیسا ہے اور اس کا مبلغِ علم کیا ہے، اس کا سارا پروردگار  
ہو جائے گا، اس کی بے بضاعتی واضح ہو جائے گی، اور اللہ اُس سے پورا حساب لینے والا ہے  
اللہ نے حق کو اس کے اہل میں محفوظ رکھا ہے۔ اور اس کو اس کے مستقر برقرار دیا  
ہے۔ اللہ کو اس سے انکار ہے کہ امانت امام حسن اور امام حسین کے بعد دو جہانتوں  
کو ملے۔ اللہ تعالیٰ جب ہمیں کھل کر کہنے کی اجازت دے گا تو حق ظاہر ہوگا اور باطل  
مفصل اور پررہ ہو جائے گا، تمام لوگوں کو خود چھوڑ جائے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ کفایت  
کرے علی نیک اور ولایت میں۔ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔

(احتجاج ص ۱۷۲-۱۷۳)

• غیبت طوسی میں بھی تلکبری سے اور انہوں نے اسدی سے اور انہوں نے سعد  
بن عبد اللہ سے۔ انہوں نے احمد بن اسحاق سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔

(غیبت طوسی ص ۱۸۲-۱۸۸)

⑤ = یہ ننگ خاندان ہے

محمد بن زیاد نے اپنی ماں فاطمہ بنت محمد بن ہشیم  
المعروف بہ ابن سبابة سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جس وقت جعفر کذاب پیدا  
ہوا تو میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد (امام علی النقی علیہ السلام) کے گھر میں موجود تھی۔ میں نے  
دیکھا کہ گھر والے اس کی ولادت سے مسرور ہیں مگر جب امام ابوالحسن علیہ السلام کے پاس گئی تو دیکھا  
کہ آپ پر مسرت کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

میں نے عرض کیا: مولا! کیا آپ اس بچے کی ولادت سے خوش و مسرور نہیں ہیں؟  
فرمایا: یہ باعثِ ننگ و مار ہوگا۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے ایک خلقِ کثیر  
گمراہی میں مبتلا ہو جائے گی۔ (اکمال الدین)

⑥ = جعفر کذاب نے حضرت جعفر طیار کی نسل

کے ایک لڑکے فروخت کر دی

علی بن محمد کا بیان ہے کہ  
جعفر کذاب نے جن کینتوں اور غلاموں کو فروخت کیا، اُن میں اُس نے حضرت جعفر طیار کی نسل  
کی ایک لڑکی کو بھی فروخت کر دیا جس کو گھروالے بدورش کر رہے تھے۔ میری مراد علوی نے خریدنے

دلے کو اطلاع دی کہ یہ لڑکی کیتیز نہیں ہے بلکہ آزاد ہے اور حضرت جعفر طیار کی اولاد میں سے ہے۔

اُس نے کہا، میں اس کو واپس کرنے کے لیے تیار ہوں، مگر جو قیمت میں سے جعفر کذاب کو دی ہے اس میں سے ذرہ برابر کم نہ کروں گا۔ وہ لاؤ اور اس کو لے جاؤ۔ اُس ملوی مرد نے یہ اطلاع اس ناحیہ والوں کو دی۔ تو ان لوگوں نے خریدار کو اکٹالیس دینار بھیجے اور کہا: اس لڑکی کو اس کے دلہا کے حوالے کر دو۔ دکانی جدا ہو گیا۔  
 • واضح ہو کہ حضرت امام علیؑ علیہ السلام کی اولاد میں سے حسینؑ اپنے تمام مہجوروں کے دیانت میں سب سے ممتاز تھے۔ اپنے بھائی حضرت امام حسنؑ عسکری علیہ السلام کے پیرو اور ان کی امامت کے قائل تھے۔ یہ حرمِ عسکریں میں دفن ہیں۔

دوسرے صاحبزادے محمدؑ ان کی جلالتِ شان ناقابلِ بیان ہے۔ آپ کی قبر و طبرستان ہائیں جانب بغداد کی پرانی آبادی میں ہے۔ عوام و خواص سب ان کے روزِ مہر کی بڑی عظمت کرتے کسی سے حلف اٹھانا ہوتا ان کے روزِ مہر پر لیجاتے ہیں۔

# بخارا الاخبار



باب



احوالِ اصحابِ امام علیؑ السلام

① = سہل بن یعقوب ابوالواس

خام نے منصوری سے اور اس سے سہل بن یعقوب بن اسحاق الملقب بہ ابی نواس سے سزین راتے کے اندر مسجد خلیفہ نامی میں روایت کیا ہے۔ منصوری کا بیان ہے کہ سہل بن یعقوب کا لقب ابوالواس اس لیے پڑ گیا کہ یہ لوگوں سے اچھی طرح میل جول بھی رکھتا بہترین انداز سے اظہارِ شیعہ بھی کرتا اور پھر اپنے کو گزند اور خطر سے محفوظ بھی رکھتا تھا۔

سہل کا بیان ہے کہ جب امام علیہ السلام نے یہ سنا تو مجھے ابوالواس کا لقب دیر یا اور فرمایا: لے ابوالوسری تم حق کے ابوالواس ہو اور تم سے پہلے جو گندہ ہے وہ باطل کا ابوالواس

② = اختیارات آیام

سہل کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا میرے پاس اختیارات آیام (آیام سعد و نحس) ہیں جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیں جس کی روایت مجھ سے حسن بن عبداللہ بن مطہر سے کی ہے اور ان سے محمد بن سلیمان دلمی نے بیان کیا ہے اور ان سے ان کے بپ نے اور ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے، اس کو آپ کے سامنے پیش کرنا اس کی تصحیح کر لوں؟

آپ نے فرمایا ہاں کرو۔ جب میں نے آپ کے سامنے اختیارات آیام پیش کر کے اس کی تصحیح کر لی تو عرض کیا، مولانا! ان آیام میں اکثر ایسے ہیں جن میں کوئی کام کرنا اچھا نہیں ہے ان میں احتیاط اور بچہ کی ہدایت ہے۔ مگر بعض اوقات ایسا کام درپیش ہوتا ہے کہ انسان اس کے کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے؟

آپ نے ارشاد فرمایا، اے سہل! ہمارے شیعوں کے لیے ہماری محبت ہی سب سے بڑی سیر اور تحفظ ہے۔ اگر تم لوگ ہماری محبت کو دل میں لیکر گہرے سمندروں میں خوفناک صحراؤں میں درندوں اور بھیڑیوں کے غول میں یا جتوں اور انسانوں کے دشمن جمع میں بھی چلے جاؤ گے تو ہم اہلبیت کی محبت و ولایت کے صدقے میں تم صحیح و سلامت و امن و سکون سے واپس آؤ گے۔ لہذا اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ ظاہرین کی ولایت و محبت میں خلوص رکھو اور جہاں چاہو جاؤ۔

(امالی)

③ = دربان و وکیل

دربان: مناقب میں ہے کہ آپ کے دربان محمد بن عثمان عمری ثقات: آپ کے ثقات میں احمد بن حمزہ بن ایسح و صالح بن محمد سہرانی و محمد بن جرک البہال و یعقوب بن یزید کاتب و ابوالحسین بن ہلال و ابراہیم بن اسحاق و خیران خادم و نصر بن محمد سہرانی تھے۔ نیز آپ کے وکلاء میں جعفر بن سہیل صیقیل تھے۔ اصحاب: آپ کے اصحاب میں داؤد بن زید و ابوسلیمان زککان و حسین بن محمد مرثعی و احمد بن اسماعیل بن یقظین و بشر بن بشار نیشاپوری شاذانی و سلیم بن جعفر مزوری و فتح بن یزید جرجانی و محمد بن سعید بن کلثوم (اور ایک مرد متکلم و مناظر تھے) و معاویہ بن حکیم کوفی و عیسیٰ بن معد بن سعید بغدادی و ابوالحسن ابن رجا عبرثانی تھے۔ (مناقب آل ابی طالب جلد ۱ ص ۱۸۸) شاعر: فصول المہم میں ہے کہ آپ کے شاعر عوفی اور دلمی تھے۔ بواب: عثمان بن سعید تھے۔

④ = ابوالغوث شاعر آل محمد علیہم السلام

کتاب تعقیب الآثار احمد بن محمد عیاش میں عبد المنعم بن نعان سے روایت ہے کہ حسن بن مسلم نے مجھے ایک نظم یہ کہہ کر سنائی کہ: ابوالغوث بلخی شاعر آل محمد نے یہ نظم سر من سرانے میں سنائی تھی جس کا بیان ہے کہ ابوالغوث کا کا اصل نام اسلم بن محمد ہے، یہ مقام پنج کا رہنے والا تھا۔ بختری بادشاہوں کی مدح کیا کرتا تھا اور صرف آل محمد علیہم السلام کی مدح کیا کرتا تھا۔ چنانچہ خود ابوالعباس بختری نے ابوالغوث کا ایک طویل قصیدہ مدح آل محمد میں سنایا۔ جس کا مطلع یہ ہے: ولہت الی رویا کرولہ العاصیہ یذاد عن الوردی یذواد

## ۵ = بغا غلام ترکی کے متعلق رسول کی دعاء

مروج الذهب میں موصوفہ  
 کا بیان ہے کہ بغا ایک معصوم کاترکی غلام تھا جس نے بڑی بڑی جنگیں دیکھی تھیں دشمن کی صفوں  
 میں گھس جانا اور صبح سلامت نکل آتا اور لطف یہ ہے کہ وہ اپنے جسم پر لوہے کی بنی ہوئی کوئی چیز  
 مثلاً زره وغیرہ کچھ نہ پہنتا تھا۔

جب اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب کی ایک جماعت  
 بھی تھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا: اے بغا! تم نے میری اُمت کے ایک شخص کے  
 نیک سلوک کیا ہے اس نے تمہیں دعائیں دیں اور اس کی دعائیں قبول ہو گئیں۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟  
 آپ نے ارشاد فرمایا، یہ وہ شخص ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا۔  
 میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ میرے لیے دعاء فرمائیں کہ اللہ میری  
 طویل فرمادے۔

آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار  
 اس کو طویل عمر عطا فرما، اور موت اس کو بھولی رہے۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پچانوے سال  
 آپ نے بھی فرمایا، پچانوے سال۔

ایک شخص جو آپ کے سامنے کھڑا ہوا تھا، اس نے کہا، اور یہ آفات سے بچا رہے  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، یہ آفات سے بچا رہے۔

میں نے اس شخص سے پوچھا، آپ کون ہیں؟  
 انہوں نے فرمایا، میں عثلی ابن ابی طالب ہوں۔

یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ اب میں عثلی کا نام لیتا ہوں (اسی وجہ سے  
 میں صفوں کے درمیان جا کر بھی بخیر و عافیت واپس آجاتا ہوں اور مجھے کوئی گزند نہیں پہنچتی)

بغا طالبین (حضرت ابوطالب کی اولاد میں سے) پر بہت مہربان رہتا اور ان کے  
 بہت نیکی کرتا تھا۔

کسی نے اس سے پوچھا، وہ شخص کون ہے جس کو تم نے درندوں سے بچایا تھا،  
 اور اس کا کیا واقعہ ہے؟

اس نے کہا، معصوم باللہ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا، جس سے کوئی بدعت سرزد  
 ہوتی تھی۔ معصوم اور اس کے درمیان شب کی تنہائی میں گفتگو ہوئی۔

معصوم نے مجھے حکم دیا، اسے بچاؤ اور درندوں کے کپڑے میں ڈال دو۔  
 مجھے بھی اس شخص پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ جب میں اسے لیچلا، تو میں نے اسے یہ کہتے ہوئے

سنا۔ ”پروردگار! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے صرف تیرے بارے میں گفتگو کی ہے، میں نے صرف  
 تیرے دین کی نصرت کی ہے، میں نے کچھ کہا ہے وہ صرف تیری توحید کے متعلق تھا اور اس سے میرا

مطلب صرف تیری اطاعت اور قریب اقرب حاصل کرنا تھا، کسی غیر کا نہیں اور تیرے مخالف کے سامنے  
 حق کو ثابت کرنا تھا، پھر کیا قہر مجھے اپنے دشمن کے حوالے کر کے یہ سزا دلانے کا؟“

بغا کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں کانپنے لگا، اندر سے رقت آئی اور دل میں ایک درد  
 سا اٹھا اور قریب تھا کہ میں اسے درندوں کے کپڑے میں ڈال دوں کہ اچانک میں نے اسے بچھینچ لیا،

اور اپنے حجرے میں لا کر اسے چھپا دیا۔ پھر معصوم کے پاس آیا۔  
 اس نے پوچھا کیا کیا؟

میں نے کہا میں اس کو ڈال آیا۔  
 اس نے پوچھا، وہ تم سے کچھ کہہ رہا تھا؟

میں نے کہا، میں غمی ہوں اور وہ عربی میں کچھ لول رہا تھا، سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہتا  
 العرض جب صبح ہوئی تو میں نے اس شخص سے کہا، اب دروازے کھل گئے ہیں اور اب

میں پہرے داروں کے ساتھ تجھے نکال رہا ہوں، دیکھ میں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر تجھے بچایا  
 ہے۔ لہذا کوشش کر، کہ عہد معصوم تک تو باہر رو پکوش رہے، مگر تو مجھے یہ بتا دے کہ تیرا معاملہ کیا ہے؟

اس نے کہا، بات یہ تھی کہ ہمارے عمال میں سے ایک فرد زہر لکاری اور فسق و فجور میں مبتلا تھا۔  
 حق کو باہمال کرنا تھا، باطل کی مدد کرتا تھا جس کی وجہ سے شریعت میں فساد پیدا ہو رہا تھا، توحید الہی

منہدم ہو رہی تھی، مگر اس کے خلاف کوئی شخص میری مدد کو تیار نہ ہوتا تھا۔ لہذا مجبوراً ایک شب کو  
 میں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، اس لیے کہ اس کے جرائم ایسے تھے کہ جن کی بنا پر وہ از روئے

شریعت واجب القتل تھا، نتیجہ میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ سب تم کو  
 معلوم ہے۔

۶ = اصحاب امام علیؑ سلام

بوطیر : فجام کا بیان ہے کہ ابو طیب احمد بن محمد بن بوطیر ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص تھا اس کا جد بوطیر حضرت امام ابو الحسن علی النقی بن محمد علیؑ سلام کا غلام تھا اور اس کا نام امام علیؑ سلام نے رکھا تھا۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا کہ روضہ کے اندر نہ جاتا تھا، باہر چالی سے آپ کی زیارت کر لیا کرتا تھا اس کا قول تھا کھر کا مالک گھر کے اندر جب تک اجازت نہ دے اندر کیسے جاؤں۔ یہ بڑا باادب تھا دیوانوں میں جاتا، اگر کسی سے کوئی حاجت کرتا وہ حاجت پوری کر دیتا تو خوش ہوتا، اس کا شکر یہ ادا کرتا، اگر کوئی حاجت پوری کرنے کا وعدہ کرتا تو اس کے پاس دوبارہ جاتا، اگر اس نے اپنا وعدہ پورا کیا تو خیر، ورنہ تیسری بار پھر جاتا، اگر اس نے حاجت پوری کر دی تو خیر، ورنہ وہیں کھڑا ہوجاتا، اور اس کے پاس خواہ دو ایک آدمی ہوں یا بیچارے وہ یہ اشعار پڑھتا۔

ترجمہ اشعار :- کیا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ پہل صراط پر چوگا کر اپنے کے ہونے اس وعدے کو پورا کرو گے۔ یا یہ ارادہ ہے کہ قیامت میں تم یہ جہود و بخشش کرو گے۔ جناب میں نے آپ سے دنیا میں مانگے، خواب غفلت سے بیدار ہو جائیے۔ ( اہل )

الیوب بن لوح :-

عمر بن سعید وراثی جو فطیہ مذہب کا تھا اس کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ الیوب بن لوح آئے اور سامنے آکر کھڑے ہو گئے آپ نے ان کو کسی کام کے لیے کہا، پھر بیٹے اور میری طرف رخ کر کے کہا اے عمر اگر تم اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس شخص کو دیکھ لو۔

علی بن جعفر حمدانی :-

آپ کے اصحاب میں سے علی بن جعفر حمدانی تھے۔ یہ ایک مرد فاضل و پسندیدہ اور حضرت ابو الحسن اور ابو محمد علیہما السلام کے وکیل تھے۔

علی بن محمد یادی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابو جعفر عمری نے بتایا کہ ایک مرتبہ ابو طایر بن بلال حج پر گیا، دیکھا کہ علی بن جعفر حمدانی وہاں عظیم داد و پیش کر رہے ہیں۔ اس نے حضرت ابو محمد علیؑ سلام کو خط لکھا۔

آپ نے اس کے جواب میں ایک رقم تحریر فرمایا کہ میں ان کو ایک لاکھ دینار صرف کرنے کا حکم دیا تھا، اس کے بعد مزید ایک لاکھ دینار کا حکم دیا۔

انہوں نے کہا کہ آپ کے پاس بھی کچھ رہنا چاہیے۔ مگر جب ہم کسی کو اپنے معاملہ میں غلطی دینے کا دعوت نہیں دیتے تو لوگوں کو ہمارے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔

پھر علی بن جعفر حمدانی امام ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو تیس ہزار دینار عطا فرمائے۔ (غیبت طوسی ص ۲۲۷)

• محمد بن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن فرج کو خط لکھا اور اس میں علی بن راشد و عیسیٰ بن جعفر اور ابن بند کے متعلق دریافت کیا۔

انہوں نے جواب میں تحریر کیا کہ تم نے ابن راشد کے متعلق دریافت کیا ہے تو انہوں نے باسعادت زندگی گذاری اور شہید مرے۔

پھر انہوں نے ابن بند اور مہدی کے لیے دعائے مغفرت کی اور بتایا کہ ابن بند کو ڈنڈوں سے مار مار کر قتل کیا گیا۔

• اور ابن عام کو جسے بغلو پر تین سو کوڑے لگائے گئے اور دیا ہے وہ جلس میں پھینک دیا گیا۔ (رجال کشی ص ۵۲)

۶ = فارس ایک قابل مذمت شخص تھا

قابل مذمت لوگوں میں ایک فارس

بن حاتم بن مایویہ قزوینی ہے۔

چنانچہ عبد اللہ بن جعفر حمیری کی روایت ہے کہ حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام نے علی بن عمر قزوینی کو خط لکھا کہ اللہ کے دین پر توجہ اعتقاد رکھو۔ فارس پر اللہ کی لعنت ہو۔ تم یہی کر سکتے ہو کہ اس پر لعنت کرو، لہذا اس پر لعنت کرنے میں اس کی بہتک میں اس کے قطع اسباب میں جہاں تک ممکن ہو پوری پوری کوشش کرو میرے اصحاب کو اس سے نہ ملنے دو، اس کی بہر حال کو باطل کرو۔ میرے اصحاب کو میری طرف سے یہ بتادو کہ میں اپنے اس تاکید حکم کے متعلق اللہ کے سامنے ان سے باز پرس کروں گا۔ نافرمان اور منکر پر ذلیل ہو۔ میں نے یہ تحریر خود اپنے ہاتھ سے لکھی اور یہی اولیٰ کاتب مشہور میں لکھی۔ میں اللہ پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اس کی بہت بہت حمد و تعریف کرتا ہوں۔

(نوٹ :-)

(غیبت طوسی ص ۲۲۸)

یہ شخص ہے جس کے متعلق علامہ کلینی نے کافی میں جلد ۱ ص ۲۹۶ پر تحریر کیا ہے کہ :-

محمد بن سنان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام ابو الحسن بادی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے پوچھا کیا آل فرج میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے؟  
میں نے عرض کیا 'جی ہاں، عمر فارغ مر گیا۔'

آپ نے فرمایا 'الحمد للہ۔'

میں نے شمار کیا تو آپ نے چوبیس مرتبہ الحمد للہ کہا۔

میں نے عرض کیا 'مولا! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس کی موت پر اتنے خوش ہو گئے تو میں

پا پیادہ دوڑتا ہوا آکر آپ کو اس کی اطلاع دیتا۔'

آپ نے فرمایا 'تمہیں معلوم نہیں کہ یہ کون تھا؟'

میں نے عرض کیا 'جی نہیں۔'

آپ نے فرمایا 'یہ وہ شخص تھا جس نے میرے پیر بزرگوار سے دوران گفتگو یہ کہا تھا کہ

معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت نشے کے عالم میں ہیں۔'

میرے پیر بزرگوار نے فرمایا 'پروردگارا! تو جانتے ہے کہ میں روزے سے ہوں' تو میں

سلب مال اور ذلت امیری میں مبتلا کر۔'

چند ہی دنوں میں اس کا سارا مال جاتا رہا اور اس کو قید کر دیا گیا' اور اب وہ مرا ہے۔

(کافی جلد ۲ ص ۲۹۲)

اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور ہی رکھے۔

### ⑤ = ابوالہاشم جعفری

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ

حضرت امام ابو الحسن علیہ السلام بیمار ہوئے تو ابوالہاشم جعفری نے چند اشعار کہے:

جن کا خلاصہ یہ ہے:

”تعب ہے کہ آپ کیسے بیمار ہو گئے، آپ تو مجسم دوا ہیں، آپ دین و دنیا کے

مریضوں کا علاج کر دیتے ہیں، بلکہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں اور صرف مردوں ہی کو

(اعلام الوری ص ۳۲۸)

نہیں بلکہ زندوں کو بھی زندگی عطا فرماتے ہیں۔

### ⑧ = میں ابوالعلیٰ کو حسین بن عبد رزق کا قائم مقام بنایا

رجال کشی میں ہے کہ میں نے جبریل بن احمد کے بھائی ایک تحسیر لکھی جس میں لکھا

کہ مجھ سے محمد بن عیسیٰ قطیبی نے بیان کیا کہ حضرت امام علی انقی علیہ السلام نے ۲۳۲ھ میں علی بن ہلال کو یہ خط تحریر فرمایا:

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور اللہ کے نبی

حضرت محمد اور ان کی آل پر درود بھیجتا ہوں۔ واضح ہو کہ میں نے حسین بن عبد ربیع کی جگہ ان

کا قائم مقام ابوالعلیٰ کو بنا دیا ہے، میں جانتا ہوں کہ دیانت و امانت میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے جوار کے شیخ اور بزرگ ہو تمہارے امتیاز و اکرام کے پیش نظر

میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں، تمہارا فرض ہے کہ ابوالعلیٰ کی اطاعت کرو۔ اور وہ تمام چیزیں جو

تمہارے پاس بطور امانت ہیں وہ ان کے حوالے کر دو میرے ماننے والوں کو ان کی طرف متوجہ کرو گے

تعارف کرواؤ، تاکہ ان کو کام کرنے میں مدد ملے، اس سے ہماری نظر میں تمہارا وقار بڑھے گا۔ ہماری

خوشی کا سبب ہو گا۔ اس کا تمہیں اللہ کی طرف سے اجر ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے جسے

چاہتا ہے بہترین عطا اور عمدہ جزا دیتا ہے۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

تحسیر میں نے خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے اللہ کا بچہ شکر و حمد۔ (رجال کشی ص ۲۳۲)

### ⑨ = ابوالعلیٰ بن راشد کے متعلق امام کا

اپنے ماننے والوں کے نام خط

احمد بن محمد بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ

حضرت امام علی انقی علیہ السلام کا ایک خط ابن راشد کے پاس تھا جو اپنے اپنے ماننے والوں کے

نام تحریر فرمایا تھا جو بخل و مران اور ان کے قرب و جوار میں رہتے تھے جس کا مضمون یہ تھا۔

الحمد للہ کہ میں نجیب و عاقبت ہوں درود بھیجتا ہوں اللہ کے نبی اور ان کی

آل پر بہترین و کامل ترین درود۔ واضح ہو کہ میں نے ابوالعلیٰ بن راشد کو حسین بن عبد ربیع کا اور ان

سے پہلے لوگوں کا جہاز دے دیا ہے۔ اور اس کو ان تمام

چیزوں کا وال بنا تا ہوں جس کے والی ہمارے وکلاء اس سے پہلے تھے تاکہ وہ میرے حقوق وصول

کے لیے اس کو تم لوگوں پر مقرر و منتخب کیا ہے۔ اس کو ترجیح دی ہے اور واقعاً وہ اس کا اہل ہے۔

لہذا اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے تم لوگ میرے حق کا سارا مال اس کے حوالے کر دو اور

اس کو اپنے دل میں بڑا نہ محسوس کرو۔ اللہ کے حکم کی اطاعت میں تعمیل کرو اسے ادا کر کے اپنے اہوال کو

حلال کر لو۔ دیکھو! نیکی اور پرہیزگاری میں لوگوں سے تعاون کرو۔ گناہ اور کسرتی میں کسی سے تعاون

نہ کرو، اللہ سے ڈرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے۔ تم سب لوگ اللہ کی رحمت کو مضبوطی سے



پکڑو، تاکہ اگر تمہیں موت آئے تو اس وقت تم مسلمان ہی رہو۔

یاد رکھو! اس کی اطاعت میری اطاعت ہے، اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ لہذا راستہ اختیار کرو کہ اللہ تمہیں اس کا اجر دے اور تم پر اپنے فضل و کرم میں اضافہ کرے۔ بیشک بہت وسعت رزق دینے والا اور کریم ہے، وہ اپنے بندوں پر بڑا رحیم ہے۔ ہم اور تم سب اللہ کی ودیعت اور امانت ہیں اور اس کے حفظ و امان میں ہیں۔

”میں نے پتھر پر خود اپنے ہاتھ سے رقم کی ہے۔ اللہ کی بیحد حمد اور بہت بہت شکر“  
(رجال الکشی ص ۲۳۳)

ایک دوسرے خط میں یہ تحریر فرمایا تھا۔ لے ایوب! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ اور ابوبکر کے درمیان کوئی الجھاؤ نہ رہے بلکہ تم میں سے ہر ایک کو جو کام سپرد کیا گیا ہے وہ اپنا کام لے کر اور اپنے قرب و جوار کے معاملات درست کرے تم لوگوں کو جن جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان کو بجالائے تو ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔

لے ابوبکر! میں نے جو حکم ایوب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔

لے ایوب! اگر اہل بغداد و اہل مدائن میں سے تمہارے پاس کوئی چیز لائے تو اسے نہ کرنا، اور اگر تمہارے علاقے سے باہر کا کوئی شخص کوئی چیز لائے تو اس سے کہہ دو کہ وہ اپنے علاقے و کھیل کے سپرد کرے۔

لے ابوعبید! جو حکم میں نے ایوب کو دیا ہے وہی تم کو بھی دیتا ہوں۔ تم دونوں سے ہر ایک کو جس جس کام کا حکم دیا گیا ہے، اس کو چاہیے کہ وہ اسی کام کو انجام دے۔  
(رجال الکشی ص ۲۳۳)

⑩ = لسع بن حمزہ تمہی کو دعاء کی تعلیم

منج الدعوات میں لسع بن حمزہ سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ ایک بار عمرو بن مسعودہ وزیر معتمد خلیفہ کی طرف سے مجھ سے ایک سخت مصیبت آپڑی، اور خط یہ تھا کہ کہیں خون نہ بہا دیا جائے۔ میں نے اپنے آقا و حضرت امام ابو الحسن علی النقی علیہ السلام کو عرض لکھا اور اس میں اپنی مصیبت بیان کی۔ آپ نے اس کے جواب میں تو فرمایا، تمہیں ڈرنے یا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم ان کلمات کے ساتھ دعا کرو، اللہ تم کو اس مصیبت سے نجات دے گا جس میں مبتلا ہو، اللہ تمہیں اس سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔ آل محمد بھی جب کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں یا کوئی دشمن خود راہ ہوتا ہے، یا فقر و فلاس کا خطرہ ہوتا ہے یا غمگین ہوتے ہیں

تو انہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں۔

السبح بن حمزہ کا بیان ہے کہ جو کلمات میرے مولانا نے تحریر فرمائے تھے میں نے دن کے ابتدائی حصے میں ان ہی کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا کی، اور خدا کی قسم! ابھی دن کا ایک حصہ ہی گذرا تھا کہ میرے پاس عمرو بن مسعودہ کا آدمی پہنچا اور کہا چلو، وزیر نے تم کو بلایا ہے میں اس کے پاس پہنچا، تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا اور خدا کو حکم دیا کہ اس کے ہتھکڑیاں اور پٹریاں کاٹ دی جائیں۔

خدا نے میری ہتھکڑیاں اور پٹریاں کاٹ دیں اور میں رہا ہو گیا۔

پھر اس نے میرے لیے ایک بہترین خلعت کے لیے جانے کا حکم دیا، تختہ میں کچھ عطر وغیرہ دیے، مجھے اپنے قریب بلایا، باتیں کیں، مجھ سے معذرت خواہ ہوا اور جو کچھ اس نے میرا مال و املاک ضبط کیا تھا سب واپس کر دیا۔ نیز میرے ساتھ اور بھی نیک سلوک کیے اور مجھے اپنی جاگس پر واپس کر دیا، بلکہ کچھ جائیداد جو اس سے متصل تھی وہ بھی میرے حوالے کر دی

(منج الدعوات ص ۲۳۵)

⑪ = میرے لیے حائر حسینی میں دعاء کی جائے

ابو ہاشم سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ حضرت ابو الحسن امام علی النقی علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آپ نے میرے اور محمد بن حمزہ کے پاس آدمی بھیجا مگر محمد بن حمزہ مجھ سے پہلے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ امام علیہ السلام مسلسل یہ فرما رہے ہیں کہ میری صحت کی دعا کیے کسی کو حیر (حائر امام حسین پر) بھیجو۔

میں نے محمد بن حمزہ سے کہا، پھر تم نے کیوں نہیں کہہ دیا کہ آقا، میں جاتا ہوں۔

اس کے بعد میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: آقا، میں آپ پر فدا ہوں، میں حیر (حائر حسینی پر) جاؤں گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا، مگر اس کے متعلق خوب سوچ لو (اس لیے کہ متوکل نے زیارت قبر حسین کے متعلق حکم امتناعی جاری کر دیا ہے)۔

پھر آپ نے فرمایا، محمد بن حمزہ یہ صحیح ہے کہ زید بن علی کا معتقد نہیں ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ وہ یہ بات سنے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا تذکرہ علی بن بلال سے کیا تو اس نے کہا، انہیں جبری